THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Tuesday the June 17, 2025

(351st Session)

Volume VII, No.04

(Nos.01-08)

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad

Volume VII	SP.VII(04)/2025
No.04	15

Contents

1. Recitation from the Holy Quran 1
2. Leave of Absence 2
3. Further Discussion on the Finance Bill, 2025-26 3
    - Senator Kamran Murtaza 3
    - Senator Mohsin Aziz 9
    - Senator Saadia Abbasi 14
    - Senator Azam Nazeer Tarar 19
    - Senator Syed Waqar Mehdi 22
    - Senator Amir Waliuddin Chishti 27
    - Senator Zamir Hussain Ghumro 30
    - Senator Aimal Wali Khan 36
    - Senator Aon Abbas 43
    - Senator Bilal Ahmed Khan 50
    - Senator Asad Qasim 57
    - Senator Abdul Shakoor Khan 59
    - Senator Khalida Ateeb 63
    - Senator Zeeshan Khan Zada 69
    - Senator Nadeem Ahmed Bhutto 73

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Tuesday, the June 17, 2025

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at ten minutes past eleven in the morning with Mr. Chairman (Syed Yousaf Raza Gilani) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ
اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ
النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾
وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

ترجمہ: اور سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا۔
اور اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں
الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی، بھائی ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ
چکے تھے تو اللہ نے تم کو اس سے بچالیا۔ اس طرح اللہ تم کو اپنی آیتیں کھول، کھول کر سناتا ہے تاکہ تم
ہدایت پاؤ۔ اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام

کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے، یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔

سورۃ آل عمران: (آیات 103 تا 104)

Leave of Absence

Mr. Chairman: Now, we take up leave of absence. Senator Dostain Khan Domki has requested for grant of leave for 13th and 16th June, 2025, during the current session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Chairman: Senator Sarmad Ali has requested for grant of leave for 13th June, 2025, during the current session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Chairman: Senator Saadia Abbasi has requested for grant of leave for 16th June, 2025, during the current session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Chairman: Senator Faisal Saleem Rehman has requested for grant of leave from 16th June to 23rd June, 2025, during the current session due to visit abroad. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Chairman: Senator Syed Ali Zafar has requested for grant of leave for 13th June, 2025, during the current session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Chairman: Senator Husna Bano has requested for grant of leave for 13th June, 2025, during the current session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Chairman: Senator Anusha Rahman Ahmad Khan has requested for grant of leave for 13th June, 2025, during the current session due to personal engagements. Is leave granted?

(Leave was granted)

Mr. Chairman: Senator Mohammad Humayun Mohmand has requested for grant of leave from 16th June to 23rd June, 2025, during the current session due to visit abroad. Is leave granted?

(Leave was granted)

Further Discussion on the Finance Bill, 2025-26

Mr. Chairman: Now, we resume discussion on the Budget. Senator Kamran Murtaza has requested to speak first since he has to go to Supreme Court. Yes, Senator Kamran Murtaza.

Senator Kamran Murtaza

سینیٹر کامران مرتضیٰ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ، جناب چیئرمین! بجٹ پر سارے دوست بات کر رہے ہیں اور آپ نے مجھے بھی موقع دیا۔ میں سپریم کورٹ سے ہو کر آیا ہوں اور ابھی ہائی کورٹ جانا ہے۔ یہ تھوڑی سی correction ہو جائے تاکہ میرے part پر کوئی غلط بیانی نہ ہو۔ ایسا ہے کہ جب بجٹ بنتا ہے اور جہاں تک مجھے پتا ہے اور ممکن ہے کہ سینیٹر عرفان الحق صدیقی صاحب کو مجھ سے زیادہ پتا ہو کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، اسے دو قسم کے لوگ بناتے ہیں۔ بجٹ بنانے والوں کی ایک قسم وہ ہے جو نظریاتی لوگ ہوتے ہیں اور ان کے پیچھے ایک نظریہ ہوتا ہے۔ اسی طرح بجٹ بنانے والوں کی دوسری قسم وہ ہے جن کے پیچھے calculator کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ جو دوسری صنف ہے، وہ اپنے سامنے اخراجات اور ضروریات کو رکھتے ہیں۔ انہیں اخراجات پورے کرنے ہوتے ہیں اور اس کے لیے وہ ایک مد سے پیسے نکال کر کسی دوسرے مد میں ڈال دیتے ہیں اور اس کے علاوہ کچھ نہیں کرتے۔ ہر سال جو ہمارا بجٹ آتا ہے، جو پاکستان کا بجٹ ہے، جو اس وطن عزیز کا بجٹ ہے، یہ دوسری صنف کے لوگ بناتے اور پوری کرتے ہیں۔ جہاں کہیں نظریاتی قسم کے

لوگ ہوتے تھے یا ہیں، شاید انہیں اس ملک میں نہ کبھی بجٹ بنانے کا موقع ملا اور کم از کم مجھے یہ امید ہے اور اللہ کرے میری یہ امید غلط ہو کہ انہیں آئندہ کبھی بھی ملک میں ایک ایسا بجٹ بنانے کا موقع نہیں ملے گا کہ وہ ایک ایسا بجٹ بنا سکیں جس میں عام عوام کو کوئی relief ملتا ہو اور عام عوام یہ کہہ سکیں کہ یہ ایک ایسا بجٹ ہے جس کے پیچھے کوئی نظریہ کارفرما ہے۔ حساب، کتاب کا بجٹ اسی طرح ہو گا اور اسی طرح چلتا رہے گا اور یقیناً یہ بجٹ بھی حساب، کتاب کا ہے۔

جناب! جب آپ بجٹ پر بات کرتے ہیں، جہاں آپ ملک کی بات کرتے ہیں تو ملک میں ہمارے چار صوبے بھی آتے ہیں۔ شاید بلوچستان اور صوبہ خیبر پختونخوا بھی اس کا حصہ ہیں۔ میرے خیال میں اس وقت ملک کو اور ان دو صوبوں بلوچستان اور خیبر پختونخوا کو جو سب سے بڑا مسئلہ درپیش ہے، ان کے ہاں امن و امان کا مسئلہ ہے اور یہ اس وقت اس حد تک شدت اختیار کر گیا ہے کہ وہ ملک کی سلامتی کے لیے خدانخواستہ ایک threat کی صورت ہے اور superficial اقدامات کرکے یہ کوشش کی جاتی ہے کہ کسی طرح سے اسے کم کیا جائے مگر جو اصل وجوہات ہیں، ان دو صوبوں میں جو اسے اصل طریقے سے attend کرنے کا طریقہ ہے، وہ شاید کبھی نہ کیا گیا تھا، نہ کیا جا رہا ہے اور ہم یہ بھی امید نہیں رکھتے اور یہ ایک مایوسی کی بات ہے کیونکہ مایوسی موجود ہے اور 75 سال کے تجربے کے بعد آئندہ بھی ملک میں اور specially ان دو صوبوں میں مایوسی کی وجوہات کو really attend کرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی۔ جب آپ ملک میں بجٹ دیں گے تو سب سے پہلے جہاں کہیں کوئی کام ہو گا، ہم اس ایوان میں ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ دستور کے تحت ہے اور Federation کی نمائندگی کرتا ہے تو جب آپ کہیں پر بجٹ کی بات کریں گے تو سب سے پہلے یہ ذہن میں آئے گا کہ اس سے پہلے قانونی تقاضے پورے ہو چکے ہیں اور قانونی تقاضے پورے کر لیے گئے ہیں۔ ہر بجٹ پر تقریباً آدھے دوست این ایف سی ایوارڈ کے حوالے سے یہ گلہ، شکوہ کرتے ہیں، مگر ہر بجٹ میں یہ commitment کیے جانے کے ساتھ ساتھ این ایف سی ایوارڈ کا وہ commitment کبھی پوری نہیں ہوئی اور اس commitment کو ہمیشہ violate کیا گیا اور اس مرتبہ بھی اللہ کے فضل سے وہ دستوری commitments, یہاں پر commitment اور کسی کی بات نہیں کرتا، وہ دستوری commitment پوری نہیں ہوئی اور یہ بجٹ بھی این ایف سی ایوارڈ کے بغیر ہے۔ نہ صرف ہم نے یہاں پر 161 والی

provision violate کی، اس بجٹ کے حوالے سے بلکہ ایک اور، چونکہ یہ سینیٹ کی بات ہےاور سینیٹ میں صوبوں کی برابری کی بات بھی ہےاور اس برابری میں صوبہ خیبر پختونخوا بھی آتاہے۔ صوبہ خیبر پختونخوا کی نمائندگی کوہم نےبری نیت کے ساتھ، میں نہیں کہتا بدنیتی کے ساتھ، میں اس کے لیے تھوڑاسا الفاظ کوdilute کرلیتا ہوں کہ بری نیت کے ساتھ ہم نے صوبہ خیبر پختونخوا کو،ان کی نمائندگی کواس ایوان میں، فیڈریشن میں curtail کیا ہوا ہے۔اس میں بہت ساری مدت گزر گئی ہے، مجھے نہیں پتا،عدالتوں کے پاس جب یہ معاملہ آئے گاتو یہ صوبہ خیبر پختونخوا کی عدم نمائندگی یاآدھی نمائندگی کی وجہ سے جو قانون سازی ہوئی ہے یا قانون سازی ہو رہی ہے یا بجٹ کے حوالے سے جو معاملات ہیں،اس کا کیا حشر ہوگا۔اللہ کرے کہ عدالتیں بھی اپنے پاؤں پر کھڑی ہوں اور اس بات کوanswer کریں جب ان کے پاس کوئی لے کر جائے کہ آیا یہ ایک صوبے کی آدھی نمائندگی کے بغیر یہ بجٹ کیساتھایا161 ,107 کی جوcompliance نہیں ہوئی تھی،اس کے بغیر یہ بجٹ کیساہے۔

جناب! میں نےامن وامان کی بات کی تھی۔اس وقت دو صوبوں میں امن کی پوزیشن یہ ہے، میرےاپنے صوبے میں، کوئٹہ میں مغرب کے بعد کوئی باہر پشتون علاقے میں سفر کرکے بتائے، اگراس کا بہت بڑا دل ہےتو وہ شاید کرلے، میرے جیسا کمزور آدمی نہیں کر سکتا یا جس کے پاس security نہیں ہوتی اور اسی طرح سے بلوچ علاقوں میں بھی یہ بات ہے۔ یہ تو میرے صوبے کی بات ہے۔

صوبہ خیبر پختونخوا میں آپ کے ہاں پتا نہیں آپ اس کو ذہن میں چھوٹی پارٹی کے طور پر لیتے ہیں یابڑی پارٹی کے طور پر لیتے ہیں،جناب! جے یوآئی کو، مگر مولانا صاحب کے اپنے بیٹے کے ساتھ اس روز، کل پرسوں عطاءالرحمان صاحب نے گلہ بھی کیاکہ ان کے بھتیجے ہیں، میرے لیڈرز، میرے قائدکے بیٹے ہیں، وہ لکی مروت سےcandidate بھی تھے۔اس روز ان کودوپہر تین بجےکےلگ بھگ وہ ایک فاتحہ کے بعدآئے،ان کوچالیس، پچاس لوگوں نے اسلحے کے زور پر روکا اورforce کرتے رہے کہ آپ گاڑی سے نیچے اتریں،گاڑی سے نیچے اتارنے کا مقصد یاتوان کوساتھ لے جانا ہوسکتا ہے یاخدانخواستہ ان کی ذات پر دوسرا حملہ کرنا ہوسکتا ہے۔یہ معاملہ کافی دیرتک رہااور یہ واقعہ موٹروے پرہوا۔ میرا خیال تھاکہ جب عطاءالرحمان صاحب یہ گلہ کریں گے تو اس ایوان میں

سرکار، ریاست کی طرف سے کوئی commitment آئے گی، جس ریاست کو ہم نے مشکل وقت میں سب سے پہلے اس بچے کے باپ نے ایک narrative دیا کہ ہم ریاست کے ساتھ اور ریاستی اداروں کے ساتھ کھڑے ہیں، ہندوستان کے خلاف جس وقت ریاست مشکل میں تھی، ہم نے کوئی احسان نہیں کیا، ہمارا اپنا ملک ہے مگر ہمارا خیال تھا کہ کوئی commitment دی جائے گی کہ اس معاملے کو دیکھا جائے گا۔ آج کئی دن ہو گئے اور کئی دن ہونے کے باوجود اس معاملے میں نہ تو کوئی commitment آئی۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے یا جہاں تک میرے ذہن میں ہے کہ نہ ریاستی اداروں کی طرف سے، نہ حکومتی طور پر کسی طرف سے بھی یہ اسجد محمود والے معاملے میں مولانا صاحب سے رابطہ تک کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ یہ امن و امان کی صورت حال اس ملک میں ہے۔ باقی بھی، اسجد تو مولانا صاحب کا بچہ ہے، اس لیے شاید اس بچے کے حوالے سے ہم بات کر لیتے ہیں۔ اس ملک میں بہت سے ایسے بچے ہیں جن کے حوالے سے بات بھی نہیں ہوتی اور ان کو روز یہ مسائل درپیش ہیں۔۔۔

Mr. Chairman: Please wind up.

سینیٹر کامران مرتضیٰ: جناب! ابھی تو میں نے شروع بھی نہیں کی۔ بجٹ پر تو میں نے بات ہی نہیں کی۔۔۔

جناب چیئرمین: کافی وقت ہو گیا۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: اور وہ کہتے ہیں کہ wind up کر دیں۔

جناب چیئرمین: باقی اراکین رہ جائیں گے۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: جناب! اگر آپ کہتے ہیں تو میں بیٹھ جاؤں گا، میں آپ کے حکم کا پابند ہوں مگر بجٹ کے حوالے سے میں نے ابھی تک کوئی بات نہیں کی ہے۔ کل میں نے خود دیکھا، ہمارے ساتھی جو بات کر رہے تھے، میں نے خود 19 منٹ نوٹ کیے۔ جناب! پھر بھی ابھی دس منٹ باقی ہیں۔ جناب! بلوچستان کے حوالے سے جو ایک اور شکوہ رکھ دیتا ہوں، چونکہ بات ہوئی، خاران کا ہمارا ایک ساتھی ہے، ایک ایڈووکیٹ کا بھائی ہے سہیل بلوچ، وہ ایڈووکیٹ مجھے بار بار ٹیلی فون کر کے کہہ رہے ہیں کہ 12 جون سے وہ missing ہے تو آپ جو بھی کریں، خاران کا یہ ساتھی ہے، ایڈووکیٹ کا بھائی ہے سہیل بلوچ، جو بھی کریں، ہمارا یہ گلہ نہیں ہے کہ ہمیں قانون کے مطابق deal

نہ کریں، بجٹ کو بھی قانون کے مطابق deal کریں، بجٹ سے متعلق معاملات بھی deal کریں مگر جو اس کے subject ہیں، جو اس کے صوبے ہیں، جو اس کے شہری ہیں، ان کو بھی قانون کے مطابق deal کریں، یہ messages بہت بری طرح سے آپ کی وحدت کو متاثر کر رہے ہیں، جو کچھ ہو رہا ہے، اس سے آپ کی وحدت متاثر ہو رہی ہے۔ یہ خاص حالات، یہ لوگوں کے راستے روکنا، یہ خاص حالات، لوگوں کو اٹھا کر لے جانا، بعض اوقات اس بات پر ہمارے دوست ہم سے لڑ پڑتے ہیں، اس سے آپ کی ملکی وحدت متاثر ہوتی ہے۔ ہم سارے اس ملک کے وفادار ہیں اور اتنے وفادار ہیں کہ کوئی اس سے زیادہ شاید ہم کسی اور وفاداری کا کسی سے تصور نہیں کر سکتے تو اس معاملے کو بھی ٹھیک کیا جانا چاہیے۔ یہ چار صوبوں کا وطن ہے۔ اس چار صوبوں کے وطن میں جب تک یہ معاملات ٹھیک نہیں ہوں گے، اس وقت تک یہ صوبے آگے چل نہیں پائیں گے۔

جناب! آپ نے کہا کہ آپ کے پاس وقت کم ہے اور آپ wind up بھی کریں۔ اس معاملے کو اختتام کی طرف لے جاتے ہوئے آپ کا بجٹ، آپ کی کتابیں یہ بتا رہی ہیں کہ آپ کی آدھی آبادی خط غربت تک پہنچ چکی ہے اور خط غربت تک پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس کھانے پینے کا بھی مسئلہ درپیش ہے۔ دوائیوں کا مسئلہ چھوڑ دیجیے، سر چھپانے کا مسئلہ چھوڑ دیجیے، باقی جو اس طرح کی زندگی کی ضروریات ہیں، جو مجھے اور آپ کو میسر ہیں، وہ چھوڑ دیجیے مگر آدھی آبادی یعنی ساڑھے بارہ کروڑ کے لگ بھگ آبادی ان مسائل کا شکار ہے جس میں کھانا پینا بھی ایک مسئلہ ہوتا ہے۔ جناب! اگر یہ بجٹ نظریاتی ہوتا، اگر کسی نظریاتی شخص نے بنایا ہوتا یا اشخاص نے بنایا ہوتا تو یقیناً اس صورت حال کو attend کیا جاتا۔ یہ کوشش کی جاتی کہ باقی آدھے لوگ کس طرح خط غربت سے واپس اوپر آئیں مگر ہم نے ان کے درمیان ایک اور division کر دی ہے۔ ہم نے اس میں کافر اور غیر کافر کی تخصیص کر دی ہے، فائلر اور غیر فائلر کی تخصیص کر دی ہے۔ آدھے ایسے لوگ ہیں جو اس ملک میں شاید ان کے لیے زندہ رہنا بھی باعث شرم ہو گیا کہ وہ non-filer ہیں اور non-filer کے ساتھ ساتھ ہم نے ایک اور تخصیص کر دی ہے یعنی اگر میرے پاس موٹر سائیکل ہے، میں نے اس موٹر سائیکل میں ایک لیٹر پٹرول ڈالنا ہے، اگر میرے پاس کارڈ ہے پھر تو ٹھیک ہے اور اگر کارڈ نہیں ہے تو مجھے دو روپے فی لیٹر پٹرول کے rate سے زیادہ دینا پڑے گا۔ یعنی اس ملک میں جہاں پر تعلیم کا معیار یہ ہو گا، اس ملک میں آپ نے لوگوں کو یہ احساس دلانا ہے کہ آپ دوسرے نہیں، دوسویں درجے

کے شہری ہیں۔ اسی طرح سے جب آپ موٹروے پر سفر کر رہے ہوں گے تو جس کے پاس sufficient balance ہوگا، E-Tag ہوگا، اس کا rate اور میرا جیسا آدمی جو کبھی کبھار سفر کرتا ہے، جو موٹروے پر مشکل سے چڑھتا ہے، اس کو پچاس فیصد زیادہ دینا پڑے گا۔

جناب! کیا ذہنیت ہے، کیا ذہن ہے اس بات کا کہ اس طرح سے مطلب اِس نے بھی پیسے دینے ہیں اور اُس نے بھی پیسے دینے ہیں۔ دونوں نے پیسے دے دینے ہیں مگر آپ نے اُس کے پیسے، پتا نہیں آپ معیشت کو digitalize کر رہے ہیں یا پتا نہیں کیا کر رہے ہیں۔ اس طرح سے digitalize کرنا میرا خیال ہے کہ یہ discrimination کو جنم دیتا ہے اور ایسی discrimination جو ہے یہ کوئی درست بات نہیں ہوتی۔ میں یہ مانتا ہوں کہ آپ کے ہاں آبادی کا بوجھ ہے، اس بوجھ کو ٹھیک کرنے کے لیے اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اس بوجھ کو اس خوبصورتی کے ساتھ استعمال کریں، ان کو وہ فن سکھائیں، ان کو وہ کام سکھائیں جس سے وہ زحمت کی بجائے آپ پر رحمت بن جائیں۔

جناب چیئر مین: بہت شکریہ۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: جناب! میرے پاس کہنے کو بہت کچھ ہے۔

جناب چیئر مین: آپ ۱۵ منٹ بول چکے ہیں۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: میں نے ۱۹ منٹ تو خود بولتے دیکھا ہے۔

جناب چیئر مین: آپ نے سپریم کورٹ جانا ہے۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے بہت وقت دیا، مگر اس میں مجھے تسلی نہیں ہوئی ہے، اس پر گلہ بھی کرتا ہوں، شکریہ۔

Mr. Chairman: I have to make an announcement, this House welcomes the students, faculty members of the Government Graduate College, Civil line Sheikhupura, who are seated in the visitor’s gallery. I congratulate Senator Bushra Anjum Butt for a successful Peace Mission Abroad. I give the floor to Senator Mohsin Aziz.

(The Chair recognized the presence of a group of students and faculty members of the Government Graduate College, Civil line Sheikhupura)
(Desk Thumbing)

Senator Mohsin Aziz

سینیٹر محسن عزیز: شکریہ چیئرمین صاحب، میں ۱۰ سال سے بجٹ پر بات کر رہا ہوں، آج ایک نئے زاویے سے بات کرنا چاہ رہا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آج پاکستان کو آزاد ہوئے ۷۸ سال ہو گئے اور یہ ملک ہمیں تحفے میں ہمارے آباواجداد نے بڑی قربانیوں کے بعد دیا۔ اگر دیکھا جائے تو اللہ تعالی نے اس ملک کو قیمتی معدنیات، کم قیمتی معدنیات، دریا، سمندر، درخت کس چیز سے نہیں نوازا اور زرخیز زمین بھی دی، البتہ یہ ضرور ہے کہ جس وقت ہماری آزادی ہوئی، اس وقت ہمارے پاس industry کا فقدان تھا اور اس کے بعد پاکستان کی جو بیس پچیس سال میں صنعت کے لحاظ سے، آبی وسائل کے لحاظ سے، human resource کے لحاظ سے پاکستان کی جو ترقی ہو رہی تھی وہ دنیا دیکھ رہی تھی اور دنیا اس پر حیران تھی کہ یہ ملک کس تیزی سے آگے جا رہا ہے۔ یعنی اگر آپ دیکھیں، وہ PECO جیسی industry تھی جس کو Chinese Premier نے آکر دیکھا یعنی یہاں پر Hydel Project میں Tarbela جیسے projects لگے، Mangla لگا، Warsak Dam لگا، یہ اسلام آباد شہر کو آپ دیکھ لیں، فیصل آباد میں industry لگی، مریدکے میں left right سارا بھر گیا، پورا پاکستان ایک ترقی کی دوڑ میں لگا ہوا تھا اور اللہ نے ترقی دی۔ حبیب بینک جیسا پلازہ جو اس ایریا میں، ایشیا میں سب سے اونچا و بلند ترین ایک عمارت تھی وہ بنی۔

یہ وہ وقت تھا کہ جس وقت ایک رشوت خور کو، ایک corrupt آدمی کو، ایک smuggler کو بہت حقارت سے دیکھا جاتا تھا۔ پھر سن ۷۰، ۷۱ کے بعد سے نہ جانے ہمیں کس کی نظر لگی، کیا ہوا! کہ ہم اس تنزلی سے نیچے آ رہے ہیں۔ اس میں اگر بات کی جائے اور انصاف کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ 2000 سے 2008 تک پھر ہماری کچھ ترقی کی منزل شروع ہوئی تھی، جو کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ لیکن افسوس ہے! جب یہاں بات کی جاتی ہے تو باقی ساری بات بھول جاتے ہیں اور ساڑھے تین سال جو PTI نے حکومت کی ہے اس کو یاد کیا جاتا ہے۔ میں افسوس

اس لیے کرتا ہوں کہ یہ جو دو حکومتیں ہیں، جنہوں نے چالیس پینتالیس سال یہاں پر حکومت کی، وہ جب یہاں پر بات کرتے ہیں اپنے عیب کو، اپنی غفلتوں کو، اپنی کوتاہیوں کو، اپنی کرپشن کو، اپنی نااہلی کو چھپانے کے لیے جب پی ٹی آئی کا نام لیتے ہیں، تو میں پی ٹی آئی کا سینیٹر ہوں یا نہ ہوں پاکستانی ضرور ہوں۔ مجھے یہ اعزاز میرے لیڈر عمران خان نے دیا ہے لیکن میں سب سے پہلے پاکستانی ہوں۔ لیکن یہاں مجھے جب نظر آتا ہے کہ total denial میں لوگ ہیں، total denial میں ہیں یا صرف گفتار کے غازی ہیں تو افسوس ہوتا ہے کہ ہمارا ملک پھر کس رفتار پر جائے گا اور کہاں جائے گا۔

چیئرمین صاحب، مجھے بتایا جائے کہ یہ IPP کے معاہدے جس نے ملک کو آج اس نہج پر پہنچا دیا ہے یہ آیا PTI نے کیے تھے یا کسی اور نے کیے تھے؟ مجھے بتایا جائے کہ IMF کے پے در پے جو programs آئے تھے وہ PTI نے شروع کیے تھے یا کسی اور نے کیے تھے؟ مجھے یہ بتایا جائے کہ Steel Mill جو کہ پھلتا پھولتا ایک ادارہ تھا 2008 تک یہ منافع میں تھا اس کو بند PTI نے کیا یا کسی اور نے کیا؟ مجھے یہ بتایا جائے کہ PIA جیسا ادارہ جس کو کوئی خریدار آج تک نہیں مل رہا، اسی طریقے سے Steel Mill کی جو آج بات کرتے ہیں تو scrap پر اس کو sale کرنے کی بات ہو رہی ہے۔ افسوس بہت افسوس! PIA جیسے ادارہ جس نے Emirate جیسی airline کو کھڑا کیا، اس کو تربیت دی، اس کو وہ سب بتایا اور آج اس کو لینے والا کوئی نہیں ہے، یہ PTI نے کیا ہے؟ مجھے بتائیں کہ جو nationalization ہوئی جس سے کہ ملک ایک دم Dip میں آگیا، بڑے بڑے بینک، بڑے بڑے ادارے nationalize ہوئے۔

اس کے بعد یہ confidence اس ملک سے industrialization کا ختم ہو گیا یہ PTI نے کیا؟ اس طرح کے کئی سوالات جنم لیتے ہیں کہ جس کو آدمی study کرے تو یہ ایک پورے ۷۸ سال کا economy survey بنتا ہے اور اس economic survey کو آپ دیکھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہم 2018 to 2022 تک کا survey کر لیں صرف آنکھیں کھول کے اور دل کی گہرائی اور سچائی سے پارٹی کو چھوڑ دیں، پاکستان کی بات کریں تو آیا record export اس زمانے میں نہیں ہوئی؟ آیا record GDP gain نہیں کیا گیا؟ مجھے بتایا جائے کہ اس وقت industrial growth ایک peak پر نہیں گئی؟ مجھے بتایا جائے کہ agricultural growth اس وقت peak پر نہیں گئی؟ مجھے یہ بتایا جائے کہ پاکستان

کے جو passport ranking ہے اس وقت کہاں تھی؟ Dollar جو آج 282 پر ہے آیا اس وقت 170 پر نہیں تھا جو کہ تین سالوں میں سو نہیں بلکہ ایک سو دس روپے بڑھ گیا۔ مجھے اس وقت کے آٹے کا، چینی کا، دال کا، گھی کا، بجلی کا گیس کا rate بتایا جائے اور صرف تین سال سے comparison کیا جائے تو میں باخوشی جہاں غلطی ہو گی، ماننے کو تیار ہوں۔

لیکن آپ صدق دل سے کم از کم بات کریں، آپ غریب کی بات کریں، اس لیے بات کریں کہ غریب یہاں پس گیا۔ آپ صدق دل سے اس لیے بات کریں کہ اس وقت جو مرغی ہے، انڈا ہے، گوشت ہے یا کوئی چیز کا موازنہ کرلیں کہ تین سال میں وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی تو جواب آپ کو خود ہی مل جائے گا۔ آج بھی اگر بجٹ کی بات کریں ہم تو جو registered taxpayer ہے انہی کی گردن مروڑنے کی بات یہاں کی جارہی ہے۔ اگر آپ یہاں بات کریں تو پوچھنے کو میرا دل اس لیے کر رہا ہے کہ 2024 میں جب Finance Minister Sahib آئے تھے، انہوں نے بڑا برملا کہا تھا کہ there is no concept at all in the world for non-filers اور ہم ان کو یہ کریں گے، ہم ان کو filing میں لے کر آئیں گے، تاجر دوست scheme دیں گے، ہم یہ کریں گے، کیا ہوا؟ آج آیا اس لیے وہ چپ ہیں کہ صرف یہی کچھ لوگ رہ گئے ہیں ہمارے تاجر دوست جو کہ ان کو ووٹ دیتے ہیں، ان کو protect کرنے کے لیے ہم پاکستان کو داؤ پر لگا رہے ہیں۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ جو 2.9% GDP growth بتائی گئی ہے آیا وہ realistic ہے؟ ہاں اس میں یہ ضرور ہے کہ یہ information آئی تھی کہ گدھوں کی تعداد میں ایک لاکھ نو ہزار کا اضافہ ضرور ہوا ہے، اس طرح ہو سکتا ہے کہ بکریوں کی تعداد میں بھی ہوا ہو۔ باقی industrial growth تو نہیں ہوئی، کارخانے بند ہو چکے ہیں، اخباروں میں واشگاف آ رہا ہے، آپ کیسے denial میں رہ سکتے ہیں۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ یہاں پر اب صحت کے لیے کہا گیا ہو الشافی، تعلیم کے لیے کہا گیا رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا اور خوراک کے لیے کہا گیا کہ واللہ خیر الرازقین کا ورد اور وظیفہ کریں تو اللہ شاید آگے ٹھیک کرلے ورنہ بجٹ میں ان تینوں چیزوں کے لیے، غریب کے لیے تعلیم یا اس کے لیے خوراک یا اس کے لیے صحت کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا۔ اس کے برعکس جب آدمی دیکھتا ہے تو خون کے آنسو روتا ہے کہ ہم Prime Minister House, ہم President House کے اخراجات بڑھا رہے ہیں، کس چیز کے کہ ہمارے وہاں کے چمن کی

,beautification ہمارے وہاں پر آرائش اور بہتر ہو اور میں معافی کے ساتھ یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ جب ہمارے چیئرمین صاحب کا، ڈپٹی چیئرمین صاحب کا اور سپیکر صاحب کی salary میں بیس گنا اضافہ کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ بھی ناجائز ہے۔

جناب چیئرمین: اس objection کی میں clarification دوں گا۔

سینیٹر محسن عزیز: اچھا جناب۔ بہت شکریہ۔ اب اگر آپ agriculture کی بات کریں تو سب سے پہلے بات یہ ہے کہ کپاس جو کہ ہماری need ہے، اس کی crop 30 percent down ہو گئی ہے۔ ہم نے 2 billion dollars کی کپاس import کی ہے۔ یہ وہ ملک تھا جو سر سبز ہونے کی وجہ سے کپاس export کرتا تھا۔ آپ نے کاشت کار کو مار دیا۔ اگر گندم کی example لیں تو آپ نے 3 trillion rupees اُن کی جیب سے نکال لیا۔ اُن کے پاس سکت کتنی تھی ۔ وہ crop بھی down ہو گئی، ختم ہو گئی۔ آپ rice کی example لیں، آپ maize کی example لیں، کاشت کار کو مار دیا اور وہ مٹ گیا۔ ہم یہاں پر airconditioned hall میں بیٹھے ہیں اور ہم یہ بات کر رہے ہیں، حقیقتاً ہم اُن کی آہ وزاری دیکھ ہی نہیں رہے۔ آپ اگر privatization کی بات کریں تو اس بجٹ میں۔۔۔

جناب چیئرمین: سینیٹر محسن عزیز صاحب! گیارہ منٹ ہو چکے ہیں۔ آپ wind up کریں۔

سینیٹر محسن عزیز: جناب! مجھے پندرہ منٹ تو دیں۔ میں ختم کرتا ہوں۔ Privatization کو دیکھیں، ,SOE failed کو دیکھیں جو اربوں روپے کا نقصان کرتا ہے تو اُس کا ہم کچھ بھی نہیں کر سکے۔ ہم نے یہاں بات کی، سال پہلے بھی کی، اس حکومت نے بھی کی لیکن اس کا کچھ بھی نہیں کیا گیا۔ آپ circular debt کی بات کر رہے ہیں تو clear example ہے کہ circular debt کو چھپانے کے لیے آج بینک سے loan لیا جا رہا ہے اور اُس کو چھپانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ آپ دیکھیں کہ ہم نے جو سود ادا کرنا ہے، 70 percent of our budget تو اُسی میں چلا جاتا ہے۔ آپ PTI کی بات کرتے ہیں تو جس وقت PTI نے حکومت لی تھی، اُس وقت آپ Current Account Deficit کا 15 billion dollars چھوڑ کر گئے تھے۔ آپ نے

اُن پانچ سالوں میں یعنی 2013-18 تک 45 billion dollars کا قرضہ لیا تھا جو یہ ایک record ہے اور اس کا record موجود ہے اور کتابیں جھوٹ نہیں بولتیں۔

آپ مجھے بتائیں کہ ملک ماں جیسا ہوتا ہے اور ملک اپنے عوام کے ساتھ دشمنی نہیں کرتا۔ ہمارے ساتھ اور ہمارے لیڈر کے ساتھ جو دشمنی ہو رہی ہے وہ تو چھوڑ دیں، ہم اُس کا ذکر نہیں کرتے کیونکہ مجھے فراز صاحب کا شعر یہاں یاد آتا ہے کہ

ہم کہ دکھ اوڑھ کے خلوت میں پڑے رہتے ہیں
ہم نے بازار میں زخموں کی نمائش نہیں کی

لیکن اگر آپ غریب کی بات کریں تو ایک طرف آپ بجلی مہنگی کر رہے ہیں کہ وہ afford نہیں کر سکتا اور دوسری طرف اگر اُس نے قرض لے کر، اپنے کپڑے اور زیور بیچ کر سولر پر جانے کی کوشش کی ہے تو وہاں پر بھی آپ بندش لگا دیتے ہیں کہ مرو اور مٹو لیکن بجلی تمہیں نہیں ملے گی۔ آیا یہ دشمنی ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ تاجر دوست سکیم کا کیا ہوا؟ آپ مجھے بتائیں کہ اڑان پاکستان اڑنے سے پہلے ہی، اللہ معاف کرے، crash ہو گیا۔ کیوں ہو گیا؟ اس پر آ کر ہمیں بتائیں۔ آپ مجھے بتائیں کہ water resource جس کی ہماری اشد ضرورت ہے، اس کے لیے آپ نے funds کیوں نہیں رکھے۔ آپ صرف نمائشی سڑکیں بنانا چاہتے ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ اُس میں commission زیادہ ہے یا وہ پاکستان کی ضرورت ہے۔

جناب! میں بس ختم کر رہا ہوں اور میں صرف آدھا منٹ اور لوں گا۔ میں صرف یہ بات کرنا چاہ رہا ہوں کہ جتنا مرضی آپ tax بڑھا سکتے ہیں بڑھا لیں، لیکن جب تک آپ اپنی administrative cost کم نہیں کریں گے تب تک آپ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ آپ، اللہ معاف کرے، ننگے کے ننگے اور بھوکے کے بھوکے ہی رہیں گے کیونکہ ایک طرف آپ tax بڑھا رہے ہیں اور دوسری طرف آپ administrative cost کم نہیں کر رہے۔

میں صرف آخری بات کروں گا۔ Brain drain کی وجہ سے remittance آ رہی ہے تو اس پر آپ شادیانے بجا رہے ہیں۔ خدارا یہ دیکھیں کہ یہ جو remittances آ رہی ہیں یہ کون بھجوا رہا ہے؟ چونکہ یہاں پر brain drain ہوا اور اس کے بعد یہ لوگ کس مشکل سے

جہازوں میں بیٹھ کر، کشتیوں میں بیٹھ کر، ڈوب کر، مر کر غریب باہر پہنچے اور وہ آپ کو پیسے بھجوا رہے ہیں۔ اس پر آپ شادیانے بجا رہے ہیں۔ یہ کوئی ترقی نہیں ہے۔ بہت شکریہ جی۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ شاہ زیب درانی صاحب۔ نہیں ہیں؟ دنیش کمار صاحب۔ وہ بھی نہیں ہیں۔ سینیٹر سعدیہ عباسی صاحبہ۔

<u>Senator Saadia Abbasi</u>

Senator Saadia Abbasi: Thank you Mr. Chairman. I thank you for the opportunity to speak here on this budget. I'll be as brief as possible. Sir, I am sitting on the treasury benches in this House and I am expected to speak in favour of the government. On the other hand, I am driven by my commitment to the people of this country who have voted and who have brought me here. It is my duty to speak for their rights.

In this paradox of time, to please the government and speaking with some degree of intellectual honesty, I would go with my conscience. Simply put, Mr. Chairman, this budget is a nonstarter. Why? Because it is anti-business, it is anti-poor, and it is anti-people and intended to stifle the people and business sentiment in this country. It is a budget that is not for the people of Pakistan. It is a budget to justify IMF conditionalities and its total control of Pakistan's economy and sovereignty.

Mr. Chairman! What is the problem of Pakistan and how many times have we gone into IMF programmes? IMF programmes have always been framed in technocratic language. Not to address the political and economic content of the issues facing a country but always to give solutions which are predictable but least suited to the problems of the

country. What is our problem today? We have deteriorating terms of trade. We have changing weather patterns which are impacting agriculture and infrastructure. We have inadequate structural reforms. We have poor debt management. We have high-cost commercial loans. We have a high cost of doing business. We have a stagnant industrial growth, and we have a low growth rate.

These are the problems of Pakistan. So, what is the IMF telling us? Tax people and tax people. Improve economic management but no solution of how to improve the economic management. Continue with structural adjustments. How? Where are the policies for structural adjustments? Diversify exports but there is no plan of how to achieve that. There is no incentive to industry to achieve a higher export growth rate. Then it says follow prudent policies. Does this budget reflect any commitment to any kind of prudent policy making. It does not. In fact, it is channeling funds to those areas where they are not needed but it is not channeling funds where they are needed to help the poor, towards education, towards health, towards addressing the social and economic conditions of the poor of this country.

45 percent of the population of this country is below the poverty line. It is shameful for our country, and it is shameful that to this day we have not been able to address these issues. Mr. Chairman! this budget is framed on taxing the people, on granting exemptions and coarsening the business community through punitive measures. Mr. Chairman! I would like to draw your attention to the Finance Bill and to Section 17 and

Section 37(a) which is at page 38 of the Finance Bill; the power to arrest. These powers and these coercive of powers that have been granted to the FBR, it is intended to coerce the business community. It is not intended through any means to boost confidence in this country and to enhance business sentiment in this country. These measures are not only going to lead to greater corruption, but they are going to create an environment and a situation where people will be forced not to engage in business practices. So if that is what the government hopes to achieve through this, then it is not going to go anywhere.

Mr. Chairman! The world focuses on green energy, green economy, which means the sustainable use of natural resources. This government itself gave a policy for solarisation in this country. Then people started investing. So when a little bit of benefit trickled down to the people, the government decided to tax solarisation also. So wherever there is a little bit of benefit, the government wants to tax that and increase taxes. They have no other means of increasing revenues for the country. All over the world, governments are incentivizing their people towards the green economy. In this country, we want to stop that also. The little bit of effort that people have made towards that, we want to take that away also from the people.

Mr. Chairman! This budget offers nothing to incentivize industry, jobs creation, economic growth, agriculture development and investment in science and technology. It is a budget to tax those who are already paying taxes.

Mr. Chairman! Nowhere in the world is there a policy of a filer and a non-filer. It is only in this country that we have created two distinctions of a filer and a non-filer. As a consequence of that, those who are not paying taxes will still not be paying taxes. But what is there to stop the government from taxing those who ought to be taxed? There is nothing to stop the government from doing that, but not through the coercive of measures being granted to the FBR.

Mr. Chairman! We have had at least six Finance Ministers since 2018, and all have come and said that they are improving, and they are going to improve things and things are to going turn around. And the hopes and expectations, there were no hopes and expectations ever of what they were saying, because what they were saying does not reflect the realities.

Mr. Chairman! The present Finance Minister is a member of this House, but he has never ever bothered to even interact with a single member of this House about budget making or the budget process or how to address the issues that are facing the people of this country.

Mr. Chairman! I reject this budget and repeat that it is anti-people and anti-business. The powers being proposed for the FBR Commissioners, they are coercive, which will lead to more corruption and violate the basic rights of the rule of law.

Mr. Chairman! I would request that the Prime Minister should review the policies announced in this budget and take into account the sentiments of the people of Pakistan and come up with policies that truly

address the needs of the people of this country. Thank you very much, Mr. Chairman.

Mr. Chairman: Thank you. Senator Palwasha Mohammed Zai Khan wants to speak tomorrow and the next is Senator Syed Waqar Mehdi. Is he present? I am following the list. It's the collective responsibility of the Cabinet.

سینیٹر سید شبلی فراز: سینیٹر صاحبان کی تقریر چاہے وہ ہماری طرف سے ہے یا دوسری طرف سے ہیں، کم از کم اس کو noteتو کر سکیں اس کا جواب تو دے سکیں۔ ایک سیکنڈ نا جی۔

(مداخلت)

سینیٹر سید شبلی فراز: جناب ! میں ایک بات تو ختم کر لوں۔ آپ کو اتنی کیوں جلدی ہوتی ہے؟ جناب ! مجھے بات تو ختم کر لینے دیں۔ چیئرمین صاحب ! What is this? Leader of the Opposition is speaking and in the middle of it. نہیں نہیں اوتار نہیں ہیں آپ بھی اوتار نہیں ہیں۔ دیکھیں آپ ماحول کو خراب نہ کریں۔ نہیں میں تو بات کر رہا ہوں، آپ نے بیچ میں آ کر بولنا شروع کر دیا۔ جناب چیئرمین ! I am talking to you, please آپ بات کو نوٹ کریں۔ اس ایوان کو آپ نے بالکل یہ نہیں بنانا کہ یہاں پر سارے موجود ہوں، سوائے وہ جن کو موجود ہونا چاہیے۔ جناب ! ٹھیک ہے۔ آپ اس طرح Climate Change کے وزیر کو بٹھا دیں۔ کسی کو بٹھا دیں، ایک طور طریقہ ہوتا ہے۔ سینیٹ یا قومی اسمبلی میں Finance State Minister کوئی نہ کوئی وہاں پر بیٹھے جو ہمارے سوالات ہوں ان کے جوابات تو دے سکے۔ لیکن یہ تو نہیں ہوتا کہ اگر ہم بات کریں تو اس پر وزیر قانون صاحب سیخ پا ہو جائیں۔ یہ ہمارے ایوان کی ایک requirement ہے، اس کو respect دینی چاہیے جو کہ نہیں مل رہی۔

Mr. Chairman: Leader of the Opposition, before your reply I want to say
کہ جو Ministry of Finance کے لوگ gallery میں بیٹھے ہیں اور Minister is present, if you have a desire to request any other

Minister to come تو ان کو بھی ہم بلا لیں گے۔ Finance کے لوگ تو یہاں پر بیٹھے ہیں۔

Senator Azam Nazeer Tarar

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: عرفان صدیقی صاحب بھی بیٹھے ہیں۔ نہ صرف ہم خود notes لیتے ہیں، جو جو بات یہاں سے ہو رہی ہے۔ Finance کے لوگ بیٹھے ہیں یہ ایک مسلمہ رواج ہے کہ winding-up speech میں Finance Minister اس ایوان میں جو جو باتیں یہاں پر ہوتی ہیں ان کے بارے میں آگاہ کرتے ہیں۔ اس ایوان کی ترجمانی کے لیے under the scheme of Constitution and Law سینیٹ کی فنانس کمیٹی روز بیٹھتی ہے، وہاں پر Minister of Finance, Secretary Finance, Chairman, FBR اور دیگر افسران موجود ہوتے ہیں۔ Finance Committee میں Opposition اور Treasury دونوں کی نمائندگی موجود ہے، تمام major political parties کی نمائندگی موجود ہے۔

آپ کے جو سینیٹر صاحبان ہیں وہ اپنی تجاویز وہاں پر دیتے ہیں اپنے اعتراضات بھی بتاتے ہیں ان پر باوقتِ ضرورت voting بھی ہوتی ہے۔ سینیٹ کا بجٹ میں جو آئینی رول ہے کہ وہ جو تجاویز فائنل ہوں گی، وہ اس ایوان میں آئیں گی اور قومی اسمبلی کو بھجوا دی جائیں گی اور قومی اسمبلی نے بجٹ pass کرنا ہے اس میں جو ترامیم ہیں وہ وہاں پر debate ہوں گی ایسی amendments جو کہ ووٹ ہو جائیں گی وہ حصہ بن جائیں گی جو نہیں ہو سکیں گی وہ Finance Bill کا حصہ نہیں بنیں گی this is how the things go on میں اسی لیے موجود ہوں کہ جو باتیں یہاں پر ہو رہی ہیں وہ ہمارے نوٹس میں ہوں لیکن روایتی طور پر متعلقہ محکمے یہ ساری باتیں نوٹ کر رہے ہوتے ہیں۔ آپ نے بالکل درست فرمایا کہ Gallery میں Finance کے لوگ موجود ہیں۔ Finance Minister، Secretary Finance، پہلے ایک کمیٹی ہوتی تھی۔ اس مرتبہ National Assembly کی Finance Committee نے اپنے Rules amend کیے ہیں۔ National Assembly کی Finance Committee بھی daily meeting کر رہی ہے، Senate Finance Committee بھی daily

meeting کر رہی ہے۔ One after another ، تین تین گھنٹے کے دو سلاٹس میں، جو وزیر ہیں وہ ان کمیٹیوں میں شریک ہو رہے ہیں۔

اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے ہم نے تو یہاں پر Minister of State کو دیکھا ہے جو دور Leader of the Opposition کا تھا۔ جناب چیئرمین! آپ Leader of the Opposition تھے، ہم نے ان کرسیوں پر ایک Minister of State ہی دیکھے ہیں، اپنے بھائی علی محمد صاحب دوسرے کبھی کبھی نصیب ہوتے تھے۔ میں تو آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں، آپ کا حصہ ہوں، اس ایوان کا رکن ہوں، میری ذمہ داری ہے یہاں پر بیٹھنا۔

جناب چیئرمین: Finance Committee کی meeting اس وقت چل رہی ہے۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جی، جناب!

جناب چیئرمین: اور National Assembly simultaneously کی بھی چل رہی ہے۔ میری خواہش تھی کہ وہ joint ہو مگر ادھر الگ چل رہی ہے، ادھر الگ چل رہی ہے۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: ایسے ہی ہے جی۔

Mr. Chairman: All the Ministers, they have to go there and as well as in the Senate.

سینیٹر سید شبلی فراز: جناب چیئرمین! میں فنانس کمیٹی کا رکن ہوں، سینیٹر محسن عزیز بھی اس کے رکن ہیں، ہم روز وہاں جاتے ہیں، یہ point نہیں ہے جناب۔ ہمیں اس ایوان میں دس سال ہو گئے ہیں اور دس بجٹ پاس ہو چکے ہیں، اچھے یا برے، جیسے بھی تھے ہم نے دس بجٹ پاس کر لیے ہیں۔ So we know what the formalities are? The idea is that you know this House, whether accepted or not, is losing its relevance, its losing its stature. جناب میرا حق بنتا ہے کہ میں کم از کم اپنا opinion تو دے سکوں، میرا کوئی لفظ حرف قرآن تو نہیں ہے، نعوذ باللہ۔ میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ جو ایک نمائندگی ہے میں اس کا حق ادا کر رہا ہوں، میں نے یہ کہا ہے، میں نے کسی کو کوئی گالی نہیں دی، کسی پر کوئی طنز نہیں کیا، میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ یہاں پر Minister of

ہوں، آپ انہیں بلائیں گے تو وہ یہ کریں گے کہ یہاں جو سینیٹر صاحبان State for Finance تقاریر کر رہے ہیں وہ اسے اس طرح تو نہیں لے سکتے، اس کا کوئی جواب بھی ہو سکتا ہے، آج کی تقریر میں اگر وہ بیٹھے ہوں، میرا point یہ ہے کہ کم از کم اس ایوان کو respect دیں، ورنہ تو ہم کمیٹیوں میں بیٹھے ہوتے ہیں، اپوزیشن سے میں ہوں، محسن عزیز ہیں، سینیٹر قادر بھی ہوتے ہیں، ہم جاتے ہیں اور اپنی پوری participation دیتے ہیں، اپنی suggestions دیتے ہیں، وہ ہمیں معلوم ہے، ہم اس ایوان کی بات کر رہے ہیں۔ Committees are not substitute for the House, thus my point is کسی کو ناراض نہیں ہونا چاہیے، نہ یہ کوئی طنز ہے اور نہ کوئی attack ہے۔ اس کو good spirit میں لینا چاہیے، آپ کیوں اتنا insecure feel کرتے ہیں کہ جب کوئی اچھی اور reasonable بات ہو جو اس ایوان سے متعلقہ ہو، جو اس ایوان کے شایان شان ہو، اس پر تو آپ counter attack نہیں کر سکتے ہیں کہ Leader of the Opposition بول رہا ہے اور آپ کھڑے ہو گئے ہیں اور جناب آپ بھی اجازت دے دیتے ہیں۔ جناب اس طرح تو نہیں ہونا چاہیے۔

جناب چیئرمین: جی عرفان الحق صدیقی صاحب۔

سینیٹر عرفان الحق صدیقی: جناب چیئرمین! Leader of the Opposition نے جو بات کی ہے وہ بنیادی طور پر درست بات ہے۔ وہ تقاریر کر رہے ہیں، تفصیل کے ساتھ بات کر رہے ہیں، بحث کر رہے ہیں، proposals دے رہے ہیں، اگر وہ چیزیں note نہیں کی جائیں گی اور ان کو incorporate کرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی تو وہ ساری گفتگو رائیگاں جائے گی، اس حد تک تو ان کی بات ٹھیک ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ کل جب میں آپ کی کرسی پر بیٹھا تھا تو میں نے پوچھا تھا اور یہاں وزارت خزانہ کے senior لوگ بیٹھے ہوئے ہیں جو ایک ایک چیز کو note کر رہے ہیں اور منسٹر صاحب بھی ہیں وہ بھی دیکھتے ہیں۔ تیسری چیز یہ ہے کہ جو بھی سینیٹر چاہے ہماری طرف سے ہے یا ان کی طرف سے ہے وہ اپنی written proposals/ recommendations کمیٹیوں کو دے رہے ہیں کہ جی ہم یہ چاہتے ہیں، اس بجٹ میں یہ ترمیم کر لی جائے، یہ اضافہ کر لیا جائے، یہ رقم کم ہے اسے بڑھایا جائے۔ ابھی تک وہ forum ہمارے پاس کھلا ہے، کمیٹی کا اجلاس ہو رہا ہے۔

یہاں جتنے بھی سینیٹرز بیٹھے ہیں، تقاریر کرنے کے علاوہ اس ایک practical, solid, result oriented exercise سے بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین: عرفان صدیقی صاحب، you are agreed کہ ہونا چاہیے؟

Senator Irfan-ul-Haque Siddiqui: Yes, I agreed sir, شبلی صاحب نے جو کہا ہے میں اس کی spirit سے بالکل agree کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: بس پھر وہ بات ہو گئی۔ سینیٹر سید وقار مہدی صاحب۔

Senator Syed Waqar Mehdi

سینیٹر سید وقار مہدی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بہت شکریہ جناب چیئرمین کہ آپ نے مجھے بھی 2025-26 کے بجٹ پر بات کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔ بجٹ پر بات کرنے سے پہلے ایران پر جو اسرائیل کی طرف سے جارحیت ہوئی ہے میں اس کی مذمت کرتا ہوں اور جس وحشیانہ طریقے سے اسرائیل ایران پر میزائل حملے کر رہا ہے، اس کے شہریوں کو شہید کر رہا ہے اور شہری آبادیوں کو نقصان پہنچا رہا ہے، یہ کھلی دہشت گردی ہے اور جنگی جرم ہے۔ میں اقوام متحدہ سے بھی اپیل کرتا ہوں کہ وہ ایک کٹھ پتلی کا کردار ادا نہ کرے، ایک active role play کرے اور وہاں امن قائم کرنے کی بات کرے۔

دوسرا جناب چیئرمین! میں اپنے چیئرمین بلاول بھٹو زرداری کا جو کامیاب سفارتی مشن تھا اس پر میں انہیں اور ان کی پوری ٹیم کو زبردست خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ جس طرح سے انہوں نے پاکستان کا مقدمہ دنیا کے سامنے لڑا ہے، اس نے ہندوستان کے بیانیے کے پرخچے اڑا دیئے ہیں، آج دنیا میں پاکستان کا بول بالا ہے اور دنیا پاکستان کے بیانیے کو تسلیم کر رہی ہے اور تسلیم کر رہی ہے کہ پاکستان نے ہمیشہ امن کی بات کی ہے۔ چیئرمین بلاول بھٹو زرداری نے جس طرح سے دن رات وہاں تمام ممالک میں پاکستان کا سفارتی مقدمہ اور ہمارا بیانیہ بیان کیا ہے وہ ان کی صلاحیتوں کا مظہر ہے۔

جناب چیئرمین! بجٹ پیش کیا گیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بجٹ پاکستان کے 24 کروڑ لوگوں کی امنگوں کا آئینہ دار نہیں ہے۔ جب ماضی میں بجٹ پیش ہوا کرتے تھے تو ہمیں یاد ہے کہ بازاروں میں جو ٹیلی وژن لگے ہوتے تھے وہاں عوام کا رش لگ جاتا تھا، وہ بجٹ سنا کرتے تھے لیکن اب

عوام نے وہ امید چھوڑ دی ہے، اب وہ بجٹ تقریر نہیں سنتے، صرف اور صرف Chamber of Commerce کے تاجر ہی بجٹ تقریر سنتے ہیں اس لیے کہ لوگ مایوس ہو گئے ہیں کہ ان کے حق میں، ان کی امنگوں اور ان کے مفادات کے مطابق اس بجٹ میں کچھ نہیں ہوتا ہے۔

جناب چیئرمین! میں سب سے پہلے تنخواہ دار طبقے اور pensioners کی بات کروں گا۔ تنخواہ دار طبقے کی تنخواہوں میں دس فیصد اور pensioners کی پنشن میں سات فیصد کا اضافہ کیا گیا ہے۔ انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جو منتخب نمائندے جو direct election لڑ کر قومی اسمبلی کے اراکین آتے ہیں، ہم indirect votes سے سینیٹر منتخب ہوتے ہیں لیکن عوام یہ پوچھتے ہیں کہ منتخب اراکین اپنی تنخواہوں میں پانچ سو فیصد اضافہ کرتے ہیں لیکن ہماری تنخواہوں میں پچاس فیصد بھی اضافہ نہیں ہوتا ہے۔ یہ تضاد ہے اور ان کے ساتھ زیادتی ہے۔ میں وزیر خزانہ سے کہتا ہوں کہ کبھی ایک دن صبح سے شام تک کسی غریب مزدور کے ساتھ گزاریں، جو daily wages مزدور ہے، ملازم ہے کہ وہ کس طرح سے اپنا گھر چلاتا ہے۔ جیسا کہ ایک پروگرام 'ایک دن جیو کے ساتھ' آتا ہے تو وزیر خزانہ صاحب جائیں اور جا کر دیکھیں۔ کامران مرتضٰی صاحب نے صحیح بات کی کہ جو grass-root کا worker نہیں ہوگا تو وہ کیا بجٹ بنائے گا، اس کو غریب عوام کا کیا درد ہوگا۔ اس لیے لوگ مایوس ہوتے ہیں۔ میں نے اپنی بجٹ تجاویز میں جو میں نے فنانس کمیٹی کو اپنی تجاویز دی ہیں میں نے اس میں یہی کہا ہے کہ تنخواہوں میں کم از کم پچاس فیصد اضافہ کیا جائے۔ Pensions میں بیس فیصد اضافہ کیا جائے، کم از کم کہیں تو کچھ ایسا رکھا جائے کہ ہمارے غریب لوگوں کو کوئی فائدہ پہنچے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ بجٹ صرف اشرافیہ کے لیے پیش کیا گیا ہے، صرف وہی اس کی تعریف کر رہے ہیں اس کے علاوہ کوئی طبقہ اس کی تعریف نہیں کر رہا ہے۔ دوسری بات یہ کہ بجٹ پچھلے پندرہ سالوں سے بغیر NFC ایوارڈ کے پیش کیا جا رہا ہے۔ 2010 کے بعد صوبوں کو NFC ایوارڈ نہیں دیئے گئے جس کی وجہ سے صوبے مالی مشکلات کا شکار ہیں۔ انہیں بجٹ بنانے میں بھی مشکل پیش آتی ہے لیکن حکومت سندھ نے جو بجٹ پیش کیا ہے وہ اپنے وسائل کے اندر ایک اچھا، تاریخی اور عوام دوست بجٹ ہے۔ انہوں نے اپنے وسائل کے مطابق پنشن میں حکومت پاکستان سے

زیادہ اضافہ کیا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وفاقی حکومت وفاق کی طرح رہے، صوبوں کا احترام کرے۔

جناب دوسری طرف اگر آپ دیکھیں کہ وفاقی حکومت وعدہ کرتی ہے کہ PSDP کے اندر صوبوں کے منصوبے منظور کرکے دیئے جائیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ یہاں پر صوبہ سندھ کے ساتھ زیادتی کی گئی، PWD کے منصوبوں کو ختم کردیا گیا لیکن اس کے منصوبے تین صوبوں خیبر پختونخوا، پنجاب اور بلوچستان کو دیئے گئے، اگر PDW کے منصوبے نہیں دیئے گئے تو صوبہ سندھ کو نہیں دیئے گئے یہ سراسر زیادتی ہے اور ہماری خودمختاری پر بھی حملہ ہے۔ آپ یہاں بیٹھ کر صوبہ سندھ کو کالونی کی طرح نہیں چلا سکتے ہیں۔ آپ کو اس کا حق دینا پڑے گا کیونکہ آپ دیکھیں کہ اس میں صوبہ سندھ کے 22 کے قریب منصوبے تھے جو کہ انہوں نے ایک Federal Development Agency بنا کر اس کے ذریعے اس کو تعمیر کرنے کی بات کی اور میں مطالبہ کرتا ہوں، پرزور مطالبہ کرتا ہوں کہ یہ سارے منصوبے حکومت سندھ کو واپس کیے جائیں اور جو طریقہ کار باقی تین صوبوں کے ساتھ کیا گیا ہے وہ ہی عمل صوبہ سندھ کے ساتھ بھی کیا جائے۔

جناب چیئرمین! اس کے ساتھ ساتھ اگر آپ دیکھیں Higher Education Commission اس میں Prime Minister نے وعدہ کیا APCC کی meeting میں کہ یہ 4800 million ہو گا لیکن جو PSDP میں reflect کیا گیا وہ 50% تھا 2610 million کیا گیا۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ جو وعدہ Prime Minister نے کیا تھا PSDP کے حوالے سے بھی اور Higher Education Commission Sindh کے حوالے سے بھی وہ بھی اسی طرح رکھا جائے جس طرح ہمارے ساتھ commitment کی گئی تھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ حیدرآباد سکھر موٹروے جو تقریباً 400ارب کا منصوبہ ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ وفاقی وزیر صوبہ سندھ تشریف لائے، وزیر اعلیٰ سندھ سے بات کی اور commitment کی کہ ہم اس منصوبے کے لیے خاطر خواہ رقم رکھیں گے لیکن افسوس کی بات کہ 400ارب کے منصوبے کے لیے صرف 15ارب روپے رکھے گئے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت پاکستان حیدرآباد سکھر موٹروے بنانے میں کسی قسم کی دلچسپی نہیں رکھتی ہے۔ یہ delay پر delay ہو رہا ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ اس موٹروے کے فیتے دو وزیراعظم کاٹ چکے

ہیں، ایک جناب جو 2018 میں وزیر اعظم آئے اور جو ابھی ہیں۔ اس ادارے نے دو دفعہ وزیر اعظم سے فیتے کٹوا دیے لیکن وہ آگے نہیں بڑھ سکا۔ افسوس کی بات ہے کہ ہمیشہ چاہے وہ عمران خان صاحب کی حکومت تھی یا موجودہ حکومت ہے انہوں نے ہمیشہ سندھ کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ ابھی تک Jamshoro-Sehwan dual carriageway جو کہ 2017-18 سے زیر تعمیر ہے وہ آج تک مکمل نہیں ہو سکا۔ میرے سندھ کے سارے دوست یہاں بیٹھے ہیں وہاں پر روزانہ ایک accident واقع ہو جاتا ہے جس میں بے تحاشہ قیمتی جانیں چلی جاتی ہیں لیکن چونکہ وہ Federal Government کا project ہے۔ حکومت سندھ نے اپنے 50% share جو کہ 7.5 ارب روپے تھا وہ ان کو دیے لیکن Federal Government ابھی تک اس کو تعمیر نہیں کر سکی۔ میں پوچھتا ہوں یہ ہمیشہ سندھ کے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا ہے۔ سیلاب کے موقع پر بھی سندھ کی National highway کی سڑکیں تباہ ہوئیں تو وہ بھی بہت مشکل سے کئی عرصے کے بعد بن سکیں اور ابھی بھی کئی جگہوں سے وہ سڑکیں ٹوٹی ہوئی ہیں۔ ان کی patch working ٹھیک نہیں ہوئی ہے جس کی وجہ سے National highway پر گھنٹوں traffic jam رہتی ہے۔ چاہے آپ حیدرآباد سے چلیں یا سکھر سے دیکھیں وہاں کیا صورت حال ہوتی ہے۔

K-IV project جو تقریباً 150 ارب روپے کے قریب ہے اس کے لیے انہوں نے صرف تین ارب روپے رکھے ہیں۔ کراچی شہر کے پانی کا منصوبہ ہے اور میں آپ کو بتاؤں کہ کراچی شہر جو کہ آبادی کے لحاظ سے تقریباً 2.5 to 3 کروڑ کے figure کو touch کر رہا ہے۔ اس کو اس وقت تقریباً 1400 million gallon daily پانی کی ضرورت ہے لیکن ہمارے جو دو sources ہیں Indus and Hub ان سے ہمیں 40% پانی ملتا ہے۔ اگر K-IV project تیزی سے مکمل نہیں ہوگا، اس کے لیے funds نہیں رکھے جائیں گے تو کراچی شہر کو پانی کی کمی اور تکلیف کا سامنا رہے گا۔ کراچی کے شہری اس صورت حال سے بہت پریشان ہیں اور میں وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ K-IV project کی رقم میں اضافہ کیا جائے اور اس کو تیزی کے ساتھ، جنگی بنیادوں پر اس کو تعمیر کیا جائے کیونکہ یہ WAPDA تعمیر کر رہی ہے۔ Federal Government کی طرف سے یہ project تعمیر کیا جا رہا ہے۔

جناب چیئرمین! پچھلے دنوں پڑولیم مصنوعات کی قیمتوں میں بھی اضافہ ہوا اور یہ ابھی budget کے بعد ہی ہوا، پڑول پر چار روپے اور ڈیزل پر سات روپے۔ اس budget کی وجہ سے ویسے ہی مہنگائی میں اضافہ ہو رہا ہے اور آپ جو معیشت کی بات کرتے ہیں۔ اگر آپ جا کر بازاروں میں دیکھیں تو قیمتیں کم نہیں ہیں، قیمتیں بڑھ رہی ہیں۔ غریب آدمی روز مرہ ضرورت کی چیزیں نہیں خرید پا رہا، اس کی قوت خرید کم ہو گئی ہے۔ Solar panel جو غریب آدمی لگاتا تھا اپنے گھر میں تا کہ وہ بجلی نہ ہونے کی پریشانی سے بچ سکے، اس کو بجلی میسر رہے۔ آپ نے اس پر 18% GST لگا دیا۔ حکومت سندھ یہ مفت دے رہی تھی آپ نے اس کے اُوپر یہ tax لگا دیا ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ کیا غریب آدمی WAPDA کی مہنگی بجلی خریدے، K-Electric کی مہنگی بجلی خریدے، وہ اپنے گھر میں بجلی کا panel نہ لگائے یا solar panel نہ لگائے۔ اس کا کیا مطلب ہے میں ایک اور بات بتا دوں وفاقی وزیر صاحب یہاں بیٹھے ہیں آپ نے solar panel پر 18% GST لگایا، دکان داروں نے اسی دن سے قیمتیں بڑھا دی ہیں۔ وفاقی حکومت کا کوئی check and balance نہیں ہے آپ اسلام آباد کی markets میں جا کر دیکھیں وہاں پر انہوں نے پہلے سے ہی قیمتیں بڑھا دی ہیں اور جن جن چیزوں کی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے ان کی پہلے سے ہی قیمتیں بڑھا دی ہیں اور وہاں پر لوگوں کی جیبوں پر ڈاکا ڈالا جا رہا ہے۔

میں گزارش کروں گا کہ اس پر فوری طور پر توجہ دی جائے جو میں باتیں کر رہا ہوں اور دوسرا میں یہ عرض کروں کہ یہاں پر میں notice میں لاؤں ایک بات کہ pensions میں اضافہ ہوتا ہے لیکن سرکاری میڈیا کے جو ادارے ہیں جس میں APP, PTV, Radio Pakistan ہے چار سال سے ان کی pensions میں اضافہ نہیں ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ Board of Governance ہے، Board of Directorate ہے وہ فیصلہ کریں گا تو ان کی pensions میں اضافہ ہوگا۔ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ اس کو note کیا جائے اور جو سرکاری میڈیا ہے اس کے ملازمین جو pension لیتے ہیں وہ 9 ,8 ہزار کے قریب ہیں ان کے لیے بھی اضافہ کیا جائے۔ میری گزارشات میں نے آپ کے سامنے پیش کر دی ہیں۔

ایک اور بات ,EOBI ان کو دیتے ہیں دس ہزار روپے، دس ہزار روپے میں کیا ہوتا ہے۔ میرا مطالبہ ہے کہ اس کو بھی double کیا جائے کم از کم بیس ہزار روپے EOBI کے

میں 18th Amendment کو دیے جائیں اور دوسری بات یہ کہ جب pensioners وزارت محنت devolve ہو گئی لیکن EOBI کو وفاق control کر رہا ہے۔ جن صوبوں میں آتا ہے میں کہتا ہوں کہ EOBI کو devolve کر کے اس کے funds صوبوں کو بھیجے جائیں تاکہ صوبے اس کو دیکھیں۔ EOBI میں صوبہ سندھ سب سے زیادہ contribute کرتا ہے لیکن یہ وفاق میں ایسا کیوں ہے، اس کی violation کیوں کی جارہی ہے۔ میری گزارشات ہیں ان پر فوری طور پر نظر ثانی کی جائے۔ بہت شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. I have to make an announcement; this House welcomes Excellency the Ambassador of Romania to Pakistan and Consul of Romania who are present in the gallery. Now, I give the floor to Senator Amir Waliuddin Chishti from MQM.

Senator Amir Waliuddin Chishti

سینیٹر عامر ولی الدین چشتی: جناب چیئرمین! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے آج IMF budget 2025-26 پر بات کرنے کا موقع دیا۔ یہ ہمارا 24th budget ہے IMF programme کا جو کہ ہم کر رہے ہیں اور تقریباً ہر حکومت نے IMF سے funds لیے ہیں اور اس پر budget بنایا ہے۔ یہ مجبوری اور لاچاری والا budget ہے چونکہ آپ کے پاس اس میں space بہت کم ہوتی ہے تو lender جب آپ کو lend کرتا ہے تو وہ اپنی شرائط کے ساتھ کرتا ہے۔ وہ شرائط ماننی ہی پڑتی ہیں اور جو بھی position یہاں پر تھی، میں کچھ مجبوریاں اور لاچاریاں حکومت کی بھی سمجھتا ہوں کہ ان کے پاس options بہت کم تھیں کہ وہ budget میں کچھ اور move کرتے لیکن جو یہ کر سکتے تھے خاص طور پر local investor, local industries کو جو مراعات دے سکتے تھے وہ انہوں نے بالکل نہیں دیں بلکہ ایک FBR کا arrest جو کہ پہلے بھی اس کا اختیار تھا لیکن اب اس کے اختیار کو انہوں نے بڑھا دیا ہے۔

FBR جو کہ revenue collecting ادارہ تھا اس کو policing کا اختیار بھی دے رہے ہیں۔ جس کا سارا impact جو ہے وہ کراچی پر پڑے گا کیونکہ کراچی ہی پاکستان میں tax contribution میں سب سے بڑا حصہ لیتا ہے۔ اس میں جو major چیز تھی وہ health,

ان تینوں sectors کے اندر کوئی قابل قدر education and infrastructure, اضافہ نہیں ہے بلکہ تمام حضرات یہاں پر موجود ہیں۔ وہ کہہ دیں گے کہ صحت یافتہ اور تعلیم یافتہ ملک ہی پاکستان کو ترقی دلا سکتا ہے۔ لیکن نہ آج صحت کے لیے بجٹ ہے اور نہ تعلیم کے لیے بجٹ ہے۔ میرے دو دوستوں نے بڑی زبردست تقریریں کی ہیں۔ جس میں وقار مہدی صاحب اور جناب مسرور احسن صاحب جنہوں نے کراچی کی بہت زیادہ محرومیوں کا ذکر بھی کیا۔ لیکن ایک جگہ پر وہ اس میں ناانصافی کر گئے۔ انہوں نے ہر دفعہ کہا کہ وفاق ہمارے ساتھ زیادتی کر رہا ہے۔ جناب! میں اس شہر کا باسی ہوں جو کہ financial capital ہے۔ عروس البلاد روشنیوں کا شہر۔ آج آپ ایک delegation بنا دیں اس پارلیمنٹ سے، سینیٹ سے میرے ساتھ چلیں وہ شہر کھنڈرات کی صورت پیش کر رہا ہے۔ تباہ حال ہے اور اس کو نہ وفاق own کرتا ہے، نہ صوبہ own کرتا ہے- وہ ایک لاوارث شہر بن گیا ہے۔ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ سٹیٹ اس کی ذمہ داری لے کہ شہر کراچی کو آپ develop کریں گے- یہاں سب تقریر کرتے ہیں کہ جی شہر کراچی میں امن ہوگا تو پاکستان میں امن ہوگا۔ شہر کراچی ترقی کرے گا تو پاکستان ترقی کرے گا۔ لیکن اس شہر کے لیے آپ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ اس شہر کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ نہ فیڈرل اس کی ownership لیتا ہے اور نہ صوبائی حکومت اس کی ownership لیتی ہے۔ میں تمام حکومتوں کو جو فیڈرل میں رہی ہیں، تمام سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ بہر حال آپ لوگ آپس میں مل جائیں اور کراچی شہر کو میں یہ آپ سے وعدہ کرتا ہوں۔ میرا تعلق چونکہ کاروبار سے ہے۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں۔ آپ جتنا اس شہر پر invest کریں گے اس کا 10 to 20% revenant پاکستان کو دے گا۔ پھر یہ بہت سارے اسلام آباد بھی بن جائیں گے۔ بہت سارے لاہور بھی بن جائیں گے۔ جن کی سڑکوں پر کراچی کے ٹیکس کی خوشبو آتی ہے۔ تو جناب جس شہر سے پاکستان چل رہا ہے اس شہر کی بھی کچھ، اس کا بھی کچھ خیال کر لیں۔ آج میں دیکھ رہا تھا کہ K-IV ہمارے پاس ہے۔ کراچی میں پانی نہیں ہے۔ اس کے لیے صرف اور صرف تین بلین روپے رکھے گئے۔ وہ پروجیکٹ پچاس بلین کا ہے۔ تو مجھے لگتا ہے کہ اگلے دس سال تک یہ ہمارا پروجیکٹ نہیں بنے گا۔ کراچی میں نہ پانی آتا ہے اور نہ سیوریج کا پانی جاتا ہے۔ جناب! بہت برے حالات ہیں۔ کراچی کا businessman depression کا شکار ہو گیا ہے۔ پچھلے سال بہت بڑے فخر سے میں نے

کہا تھا کہ میں پارلیمنٹ میں شاید large taxpayer ہوں۔ میرے پر super tax کا بھی impact ہوا تھا۔ تو کاروبار اتنا سکڑ گیا ہے کہ اس دفعہ میں شاید large taxpayer بھی نہ رہا ہوں اور سپر ٹیکس تو میں دے نہیں سکتا۔ جناب چیئرمین ! تو کاروبار کے حالات کچھ اچھے نہیں ہیں اور میں توجہ چاہوں گا خاص طور پر مرکزی حکومت سے کہ وہ اس شہر کو own کریں۔ ابھی وقار مہدی صاحب نے ایک بات کی کہ Federal Government نے تمام صوبوں کو 125 اسکیمیں دی ہیں۔ لیکن سندھ کے اندر اس کو صوبائی حق عطا نہیں کیا ہے۔ یہ تمام صوبوں میں یہ صوبائی حکومتیں چلائیں گی اور سندھ والی Federal Government چلائے گی۔

جناب چیئرمین ! میں تو میئر کراچی سے بھی اپیل کرتا ہوں۔ صوبائی حکومت سے بھی کہ دنیا سے جہاں سے پیسہ ملے، جہاں سے Investor ملے وہ لائیں اور کراچی میں لگائیں۔ چاہے وہ federal Government لگائیں، چاہے وہ صوبائی حکومت لگائیں یا وہ میئر کراچی لگائیں۔ میئر کراچی چاہے وہ پیپلز پارٹی کا ہو، ایم کیو ایم کا ہو، پی ٹی آئی کا ہو، ن لیگ کا ہو، کسی کا بھی ہو وہ کراچی شہر کے لیے کام تو کریں۔ آج ہمیں اپنی جماعتوں سے بالاتر ہو کر کراچی کے لیے بھی کچھ کرنا ہے۔ جناب چیئرمین Federal Government سے مجھے بڑا افسوس ہوا ہے کہ کراچی جو پاکستان کا GDP 25% میں contribute کرتا ہے- اس کے لیے آپ نے کراچی کا پیکج صرف پندرہ ارب روپے رکھے ہیں۔ شرم آنی چاہیے فیڈرل گورنمنٹ کو بھی اور اس کے ساتھ صوبائی گورنمنٹ کو بھی کہ اس نے کراچی کے لیے کیا کیا ہے۔ کراچی کو آپ جتنا دیں گے۔ کراچی وہ گائے ہے جس کو یار چارہ تو دو۔ آپ صرف اس کا دودھ پی رہے ہیں۔ یہ ظلم بہت ہو گیا ہے۔ جناب ! میں تمام پارٹیوں کے اراکین سے کہتا ہوں کہ براہ مہربانی کراچی کے لیے کچھ سوچیں۔ کراچی کے لیے کچھ کریں۔ کراچی کے لیے آپ جتنا کریں گے کراچی آپ کو اس سے زیادہ دے گا۔ اور یہ کراچی سے میں مہاجروں کے لیے بات نہیں کر رہا ہوں۔ جناب وہاں کا پنجابی بھی ہے، وہاں کا سندھی بھی ہے، وہاں کا پختون بھی ہے، وہاں کا بلوچ بھی ہے، وہاں عیسائی اور سب رہتے ہیں۔ میں سب کراچی والوں کے لیے بات کر رہا ہوں۔ یہ ظلم بند کریں اور اس پر کوشش یہ کریں کہ تمام سیاسی جماعتیں، یہاں تمام پارلیمانی لیڈر بیٹھے ہوئے ہیں، منسٹر صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں، جناب چیئرمین ! کراچی کے لیے ایک کمیٹی بنائیں اور یہ جا کر کراچی کو دیکھے کہ کراچی کا کیا حال ہے۔ ہم

کراچی کے لوگ نفسیاتی مریض ہو گئے ہیں۔ آج ہی FBR کو آپ نے گرفتاری کے instructions دے دیے ہیں۔ منسٹر صاحب یہاں بیٹھے ہیں۔ آپ کو میں حقیقی بات بتا رہا ہوں کہ یہ لوگ کراچی میں زیادہ گرفتاریاں کریں گے۔ نیب کے تو چیئرمین کے پاس power تھا۔ یہ تو کمشنرز کو powers دے رہے ہیں۔ وہ تو power نہیں ہوتا اب وہ ختم کر رہے ہیں۔ سلیم بھائی اشارہ کر رہے ہیں کہ ختم کر دیے ہیں۔ بھائی! ایسی سوچ کیوں رکھتے ہیں۔ ایسی سوچ کیوں آپ کرتے ہیں۔ وہاں پر ان کے پاؤں جلتے ہیں۔ وہاں ان کے پر جلتے ہیں۔ نہ یہ agriculture پر ٹیکس لگاتے ہیں اور نہ یہ retailers پر لگاتے ہیں۔ کم از کم پچھلی حکومت نے اعلان تو کر دیا تھا کہ کراچی کے لیے تین سو ارب روپے کا package تھا۔ کراچی کا package ایک ہزار ارب روپے کا تھا۔ اس مرتبہ تو package ہی 15 ارب روپے کا ہے۔ پتا نہیں اس پر implement کتنا ہوگا۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے جناب کہ کراچی کے ساتھ جو ظلم اور زیادتی کوئی بھی کر رہا ہے وہ زیادتی کر رہا ہے۔ اس کی ownership لیں۔ میں دست بستہ آپ سے درخواست کرتا ہوں، تمام اپنے اکابرین سے درخواست کرتا ہوں کہ کراچی اور حیدرآباد کا خیال کریں۔ کراچی کے لیے یہ پندرہ ارب روپے کی charity اور حیدرآباد کے لیے پانچ ارب روپے کی charity ہے۔ اس میں بھی ہمارے کچھ اراکین کو اعتراض ہے کہ وہ بھی صوبائی گورنمنٹ کو آپ دے رہے ہیں۔ اور صوبائی گورنمنٹ جو کر رہی ہے وہ آپ کے سامنے ہی ہیں۔ وہ میرے دوست ہیں۔ میں ان سے درخواست کر رہا ہوں کہ بھائی کراچی کا سوچ لیں۔ بہت شکریہ۔ پاکستان زندہ باد۔

جناب چیئرمین: سینیٹر ضمیر حسین گھمرو۔

Senator Zamir Hussain Ghumro

سینیٹر ضمیر حسین گھمرو: شکریہ جناب چیئرمین۔ میں پہلے بجٹ کے salient features پر جاؤں گا کیونکہ last year جو بجٹ تھا وہ 18.8 trillion کا تھا۔ اس سال 17.5 trillion کا بجٹ ہے۔ یہ بجٹ 1.3 trillion روپے کا کم ہوا ہے۔ یہ تاریخ میں پہلی مرتبہ ہوا ہے۔ Even local Government کا بجٹ بھی دس پندرہ فیصد بڑھتا ہے لیکن مرکزی حکومت کا بجٹ 1.3 trillion کم ہوا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ last year ہم نے 8.2 trillion debt repayment کر دی اور اس سال ہم 9.7 trillion debt

repayment کریں گے۔ یہاں سے گورنمنٹ کو 1.5 trillion کا space ملا ہے۔ تو یہ رقم 2.8 trillion ہو جاتی ہے جو گورنمنٹ کو space ملا ہے۔ اگر فیڈرل گورنمنٹ نے تین سو بلین روپے ڈیفنس کی بجٹ بڑھائی ہے وہ بھی اگر لے لیں تو 2.5 trillion کا space گورنمنٹ کو ہے۔ ایک تو انہوں نے بجٹ میں جو کمی کی ہے۔ نمبر دو ان کو debt repayment میں space ملا ہے۔ تو یہاں پر بات کی جاتی ہے this is a House of the Federation. Federation اور صوبوں کے درمیان پاکستان میں پانچ Governments ہیں۔ ایک فیڈرل گورنمنٹ ہے اور چار صوبائی حکومتیں ہیں۔ فیڈرل گورنمنٹ کا بجٹ 17.5 trillion ہے اور چاروں صوبائی حکومتوں کا بجٹ 12 trillion کا ہے۔ مرکزی حکومت کے Defense and debt retirement میں around 11000 billion جاتے ہیں باقی ان کے پاس خرچ کے لیے 6.5 trillion بچتے ہیں۔ صوبائی حکومتوں کے پاس 12000 billion ہیں۔ تو یہاں بات کی جاتی ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ Education کیوں نہیں دیتی۔ فیڈرل گورنمنٹ کا Education subject ہی نہیں ہے۔ فیڈرل گورنمنٹ نے جو Education کے لیے پیسے رکھے ہیں وہ 112 billion ہیں۔ وہ Constitution میں نہیں ہے۔ فیڈرل گورنمنٹ کے subjects نہیں ہیں۔ Health, Housing and Agriculture وفاقی حکومت کے subjects نہیں ہیں to name a few only تو Federal Government کے پاس تو پیسے زیادہ ہیں کیونکہ یہ 6500 billion جو Federal Government کے پاس ہیں اس میں جو 2000 billion جاتے ہیں civil expenditure اور pensions کو۔ دو ہزار بلین انہوں نے رکھے ہیں transfers and grants کے لیے۔ ایک ہزار بلین انہوں نے پی ایس ڈی پی کے لیے رکھے ہیں اور ایک ہزار بلین subsidies کے لیے رکھے ہیں۔ تو یہ جو block allocation ہے میرے خیال میں فیڈرل گورنمنٹ کی spending's دیکھیں اور صوبائی حکومتوں کی spending's دیکھیں تو وہ بارہ ہزار بلین ہے اور جب ہم یہاں بات کرتے ہیں کہ فیڈرل گورنمنٹ کے پاس کم revenue ہے۔ وفاقی حکومت کے پاس جو revenue ہے، وہ 11,000 ارب روپے ہے جبکہ صوبوں کے پاس جو federal tax سے revenue جاتا ہے،

وہ 7,400 ارب روپے ہے۔ ابھی بھی وفاقی حکومت کے پاس 70 فیصد revenue ہے، 30 فیصد صوبوں کے پاس ہے۔ جب بھی بات کی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ NFC میں وفاقی حکومت کا حصہ بڑھایا جائے۔ NFC میں تو صوبوں کے پاس پیسے ہونے چاہیئں، education وہاں ہے، health وہاں ہے، law and order وہاں ہے، agriculture وہاں ہے، local government وہاں ہے۔ وفاقی حکومت کے پاس نہ تو development ہے اور نہ ہی social sector ہے۔ PSDP کی تمام schemes, provincial subjects کی ہیں۔ اگر وفاقی حکومت PSDP کو بھی صوبوں کے حوالے کردے along-with money اور اس کے علاوہ جو non-development expenditure, ministries پر خرچ کیا جارہا ہے، وفاقی حکومت کو تو ہم 300 یا 400 ارب سے چلا سکتے ہیں۔ زیادہ خرچہ نہیں آئے گا۔ فارن منسٹری کے سارے employees, KMC سے بھی کم ہیں۔ یہ جو رونا دھونا ہوتا ہے کہ وفاقی حکومت کے پاس کم پیسے ہیں، صوبوں کے پاس زیادہ پیسے گئے، درست نہیں ہے۔ صوبوں کو پیسے وفاقی حکومت نہیں دیتی، صوبوں کو نیشنل فنانس کمیشن پیسے دیتا ہے۔ وفاقی حکومت کو بھی نیشنل فنانس کمیشن پیسے دیتا ہے۔ صوبوں کو جو پیسے ملتے ہیں، پاکستان کی definition پانچ حکومتیں ہیں، چار صوبے اور اسلام آباد وفاقی علاقہ۔ یہ صوبوں کا جو 12,000 ارب کا بجٹ ہے، وہ وہاں education کے لیے کم ہے جو کہ ان کی responsibilities میں شامل ہے۔ وفاقی حکومت کے پیسے ابھی بھی زیادہ ہیں کیونکہ وہ صوبائی حکومتوں کے departments پر خرچ کرتے ہیں۔

ابھی recently, PSDP میں جو صوبوں کے ساتھ discrimination کی گئ ہے، PWD کا محکمہ وفاقی سطح پر ختم کر دیا گیا ہے، یہ حکومت کا ایک اچھا اقدام ہے لیکن اس کے سارے projects تین صوبوں میں، صوبائی حکومتوں کے حوالے کیے گئے لیکن سندھ میں یہ منصوبے Housing Ministry کو دیے گئے ہیں جبکہ Housing Ministry, constitutionally illegal ہے۔ ہم نے Devolution Committee میں recommend کیا ہے کہ اسے صوبوں کو transfer کیا جائے۔ سندھ کے یہ منصوبے ابھی وفاقی حکومت کی وزارت ہاؤسنگ چلائے گی جبکہ دوسرے صوبوں کے تمام PSDP projects

صوبے خود چلائیں گے۔ This is a discriminatory treatment with the province of Sindh. ہم اس کی مذمت کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ، وفاقی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ پاکستان کی economy اور پاکستان کے عوام پر بجلی main burden ہے۔ بجٹ میں Power Division کو 1,100 ارب کی subsidy دی جاتی ہے۔ میرے خیال میں یہ جو electricity کا subject ہے، آئین کے آرٹیکل 157 میں ایک صوبائی معاملہ ہے۔آئین کے آرٹیکل 157 میں یہ لکھا ہوا ہے کہ صوبے بجلی supply کریں گے، صوبے tariff مقرر کریں گے، صوبے power houses construct کریں گے اور صوبے consumption tax لگائیں گے۔ ان سے بجلی کا معاملہ نہیں چل رہااور یہ صوبوں کو بھی transfer نہیں کر رہے۔ یہ 1,100 ارب روپے وفاقی حکومت کے بچیں گے لیکن وہ transfer نہیں کر رہے اور کہہ رہے ہیں ہم privatize کریں گے۔ یہ ایک صوبائی کام ہے اور وفاقی حکومت historically لوگوں کو بجلی دینے میں fail ہوچکی ہے۔ اس کے اوپر سولر پینل پر 18 فیصد GST لگادیا ہے جسے ہم condemn کرتے ہیں کیونکہ غریب عوام سولر پینل لگاتے ہیں کیونکہ بجلی کی بارہ بارہ اور پندرہ پندرہ گھنٹوں کی لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے۔اس وجہ سے اسے ختم کیا جائے۔

جناب چیئرمین! یہ بجٹ آئین میں دیے گئے Principles of Policy کے مطابق بنتا ہے۔ میں power کے حوالے سے بھول گیا، آئین کے آرٹیکل 161 میں لکھا ہوا ہے کہ صوبوں کو hydel profits ملیں گے۔ وہ hydel profits صوبہ خیبر پختونخوا کو نہیں دیے جا رہے۔ میں اس بات کی support کرتا ہوں کہ صوبہ خیبر پختونخوا کو hydel profits دیے جائیں چاہے اس میں کوئی بھی حکومت ہو لیکن اس کو اس آئینی حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ شہید بے نظیر بھٹو کی حکومت نے وی۔ اے۔ جعفری کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنائی تھی جس نے اسے recommend کیا تھا۔ابھی تک آئین کے آرٹیکل 161 پر عمل نہیں ہوا۔

وفاقی حکومت کا بجٹ بناتے ہوئے آئین کے اندر موجود Principles of Policy کو ذہن میں رکھا جاتا ہے۔ جیسے آئین کے آرٹیکل 38 میں ہے کہ ریاست روزگار دے گی، ریاست social security دے گی، ریاست روٹی، کپڑااور مکان دے گی۔ یہ آئین کا آرٹیکل 38 ہے، یہ

صرف پاکستان پیپلز پارٹی کا نعرہ نہیں ہے، یہ آئین کا نعرہ ہے۔ آرٹیکل 38 میں لکھا ہے کہ The State shall provide food, clothing and housing. یہ آئین کا نعرہ ہے۔ اس وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ ریاست کو social welfare state ہونا چاہیے، اس کو social security دینی چاہیے، اس وجہ سے ہم emphasis کرتے ہیں کہ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام جو شہید بے نظیر کے نام پر شروع کیا گیا، وہ آئین کے عین مطابق ہے کیونکہ آئین میں یہ لکھا ہوا ہے کہ لوگوں کو in the service of Pakistan or otherwise, social security دی جائے گی۔

روٹی، کپڑا اور مکان کے حوالے سے جو آئین کا نعرہ ہے یا پاکستان پیپلز پارٹی کا نعرہ ہے، اس پر عمل کرنا صوبوں کا کام ہے۔ وہ صوبائی subjects ہیں۔ صوبہ سندھ میں پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت ہی housing دے رہی ہے۔ سندھ میں آٹھ لاکھ بے گھر عورتوں کو گھر بنا کر دیے گئے ہیں۔ جو گھر بنا کر دیے جائیں گے، ان کی final figure 2.1 million ہے۔ وہاں روٹی، کپڑا اور مکان کے نعرے پر عمل کیا جا رہا ہے لیکن ریاست کی ذمہ داری ہے کہ پورے ملک میں آئین کے آرٹیکل 38 کے تحت روٹی، کپڑا اور مکان فراہم کرے۔

اسی طرح pension کے issue کے متعلق آئین میں ہے کہ ریاست social security دے گی اور pension دے گی۔ اس معاملے کو بھی EOBI کے حوالے کر دیا گیا ہے جس میں مزدوروں کا ایک قلیل number ہے جنہیں pension دی جاتی ہے۔ اس number کو بڑھانا چاہیے اور جیسے میرے دوست وقار مہدی صاحب نے کہا کہ ان کو صوبوں کے حوالے کیا جائے کیونکہ اس میں expansion زیادہ ہوتی ہے تو EOBI is a provincial subject. یہ اسے وفاقی حکومت میں Labour Ministry کر کے چلا رہے ہیں جو کہ غیر آئینی ہے۔ اسے فوری طور پر صوبے کے حوالے کیا جائے۔ اسی طرح جن ministries کا میں نے ذکر کیا ہے، وہ بھی صوبوں کے حوالے کی جائیں۔

جناب! اگر ہم صوبائی اور وفاقی حکومت کے budgets کا موازنہ کریں گے تو صوبے زیادہ کام کر رہے ہیں۔ پچھلے سال چاروں صوبوں کا بجٹ 11,000 ارب تھا جبکہ اس سال 12,000 ارب ہے۔ لہٰذا، صوبوں نے پچھلے سال کے مقابلے میں 1,000 ارب کا بجٹ بڑھایا

ہے۔ وفاقی حکومت نے 1.3 ٹریلین بجٹ کم کیا ہے۔ للذا، صوبوں کی کارکردگی آپ کے سامنے ہے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ NFC میں وفاق کا حصہ کم ہے، میں کہتا ہوں کہ وفاق کو تو صرف 30 فیصد دیا جائے۔ وفاق کا 12 فیصد اور بھی کاٹ لیا جائے کیونکہ وفاقی حکومت کی responsibilities زیادہ نہیں ہیں۔ انہوں نے صوبائی محکموں کا کام اپنے ذمہ لگایا ہوا ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا، Health Ministry, Education Ministry, Housing Ministry, Food & Agriculture Ministry کو devolve کیا جائے۔ وفاقی حکومت میں expenditure کم کیا جائے اور اٹھارہویں ترمیم پر مکمل طور پر عمل کیا جائے۔

جناب! میں نشان دہی کروں گا کہ اس بجٹ میں 383 ارب روپے contingencies کے لیے مختص کیے گئے ہیں۔ اس کی کوئی detail نہیں ہے کہ contingency کیا ہوتی ہے اور یہ پیسے کہاں خرچ ہوتے ہیں۔ This 383 billion is a huge amount. اس کے ساتھ جو highest priority کا سکھر حیدرآباد موٹروے ہے، کیونکہ کراچی میں دو ports ہیں، کراچی سے سب سے بڑی ٹریفک سکھر تک ہوتی ہے، پھر branch out ہو جاتی ہے لیکن وفاقی حکومت کے پاس contingencies کے لیے 383 ارب روپے ہیں لیکن سکھر حیدر آباد موٹروے کے لیے 15 ارب رکھے گئے ہیں جو کہ ایک shameful بات ہے۔ ہم اسے condemn کرتے ہیں۔ ہم نے پچھلے سال اس ایوان میں calling attention notice دیا تھا، اس کے بعد کمیٹی کی proceedings ہوئیں، وفاقی حکومت نے یہاں آکر undertaking دی کہ ہم اسے پہلی فرصت میں بنائیں گے لیکن حکومت کی seriousness یہ ہے کہ سکھر سے حیدرآباد موٹروے کے 400 ارب روپے کے منصوبے کے لیے بجٹ میں 15 ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ This is a non-serious attitude. جہاں ٹریفک نہیں ہے، وہاں موٹروے بنائے جا رہے ہیں، جہاں پاکستان کی lifeline ہے، کراچی سے سکھر تک، وہاں accidents ہو رہے ہیں، لوگ مر رہے ہیں لیکن اس کے لیے حکومت کے پاس پیسے نہیں ہیں۔ ہم وفاقی حکومت کے اس callous attitude کو condemn کرتے ہیں۔ ہم سے PSDP, solar panels اور موٹروے کے حوالے سے

جو وعدے کیے گئے تھے، اگر وہ پورے نہ کیے گئے تو حکومت کو بجٹ pass کرنے میں مشکل ہو گی اور پاکستان پیپلز پارٹی ساتھ نہیں دے گی۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. Now, I give the floor to the parliamentary leader of ANP, Aimal Wali Khan sahib.

<u>Senator Aimal Wali Khan</u>

سینیٹر ایمل ولی خان: جناب چیئرمین! شکریہ۔ شروع اللہ کے نام سے جو رحمان اور رحیم ہے۔ ہم سب کے لیے پورے سال کا اہم ترین اجلاس ہے۔ ہمارے لیے اہم ہے کیونکہ پاکستانی عوام یا اس ملک کے بجٹ کی بات ہو رہی ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ محض ایک practice ہے جو چل رہی ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان اپنی معاشی آزادی بہت پہلے سے کھو چکا ہے، یہ ملک معاشی طور پر آزاد نہیں ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اُن benches پر جو بھی بیٹھے ہیں، پچھلے تیس، چالیس، پچاس سالوں سے ان کو تنقید کا ہی سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ بیرونی ادارے اپنے فوائد کو دیکھتے ہوئے پاکستان کا بجٹ بناتے ہیں جس میں کبھی بھی پاکستان کی غریب، مظلوم، محکوم قوم کا نہیں سوچا جاتا۔ آج بھی اس قرض دار ملک کے بجٹ پر بات کرتے ہیں تو دل و دماغ میں ایک ہی چیز آتی ہے کہ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

جناب والا! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس سال کے بجٹ کے ساتھ ماشاء اللہ ہمارے ملک کا قرض اکہتر ہزار ارب روپے پر پہنچ گیا ہے۔ یہ figure حقیقتاً دل کو چونکا دینے والا figure ہے۔ ہم ایک طرف اکہتر ہزار ارب روپے کے قرض دار ملک ہیں اور دوسری طرف شاہانہ اخراجات۔ ہمارا بجٹ پینتیس سے چالیس ترقیاتی یافتہ ممالک کا مشترکہ بجٹ، ان کے اخراجات اور ہمارے اخراجات، وہ پینتیس سے چالیس ممالک اور ہمارے الحمد للہ ایک قرض دار ملک کے اخراجات برابر ہیں۔ میں جن ممالک کی بات کر رہا ہوں وہاں بہترین economy ہے، عوام کے لیے تعلیم کا بہترین system ہے، صحت کا نظام ہے، ہمارا اور ان کا مقابلہ صرف اخراجات میں ہے۔ جناب والا! میں جو دیکھ رہا ہوں یہ economic crisis نہیں ہے بلکہ غریب عوام کا مذاق ہو رہا ہے۔ The budget of Pakistan is a collective mockery of the poor people of Pakistan. جنہوں نے یہ بجٹ بنایا، انہوں نے 60% کے قریب پاکستانیوں سے جینے کا حق چھین لیا ہے۔ لوگوں کی زندگیاں سطح غربت سے بھی نیچے جا رہی ہیں اور حالات ایسے ہیں کہ غربت کی وجہ سے ہمارے ملک میں لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں۔ جناب والا! حکومت کو تو اسلام آباد اور لاہور کی

survey reports ماشاءاللہ بڑی اچھی ملی ہوں گی لیکن اسلام آباد اور لاہور سے ذرا باہر جا کر حکومت دیکھے جس نے تمام علاقوں اور مسائل کی طرف پیٹھ کی ہوئی ہے۔ ہم چاہیں گے کہ یہ حکومت ذرا اُدھر نظر دہرائے، صرف غربت نہیں، لوگ پاکستان میں ذلالت کی زندگی گزار رہے ہیں، I am sorry to use this word لیکن it is a fact. میرے خیال میں اس دور میں تقریباً 60 to 70% پاکستان میں پینے کا صاف پانی نہیں ہے۔ اس دور میں پاکستان میں سکولوں اور population کا ratio اگر نکالیں تو پتا چل جائے گا کہ حکومت عوام کی تعلیم پر کتنی توجہ دیتی ہے؟ اللہ نہ کرے اگر کوئی غریب بیمار ہو جائے تو وہ اللہ، دعا اور قسمت کے آسرے پر پڑا ہوا ہوگا۔ پہلی بات یہ ہے کہ بہت سارے علاقوں میں صحت کی بنیادی سہولیات ہی نہیں ہیں اور جہاں ہیں وہ 60 to 70% پاکستانیوں کی پہنچ سے دور ہیں۔

(اس موقع پر ایوان میں ظہر کی اذان سنائی دی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی۔

سینیٹر ایمل ولی خان: جناب والا! اگر ہم world economic report دیکھیں تو ہماری ترقی محض تقریروں تک محدود ہے، ایک دور تھا کہ ہم Facebook and twitter پر ترقی کر رہے تھے، آج کے دور میں ہم تقاریر میں ترقی کر رہے ہیں اور زمینی حقائق دیکھیں تو جو ترقی یافتہ تقریر ہوتی ہے وہ اس کے بالکل اُلٹ ہوتا ہے۔ ہمیں پتا ہے کہ it is just a practice, budget وہ ہے جو IMF کے ساتھ مان لیا گیا ہے۔ آپ کو بھی نہیں معلوم تھا کہ آپ کی تنخواہ چھ سو فیصد بڑھ گئی ہیں۔

جناب چیئرمین: میں اس پر explain کروں گا۔

سینیٹر ایمل ولی خان: نہیں جناب والا! میں کہہ رہا تھا کہ آپ کو بھی پتا نہیں تھا، الحمدللہ اتنا بڑا عہدہ، نائب صدر، چیئرمین سینیٹ، انہیں پتا ہی نہیں کہ ہماری تنخواہ بڑھ گئی ہے پھر حیران کن کہ وزیراعظم صاحب کا بیان آتا ہے کہ مجھے نہیں پتا کہ یہ کیا ہوا ہے۔ شاید یہ بات میرے بھائی سینیٹر اعظم نذیر تارڑ صاحب کو بھی پتا نہیں ہوگا کیونکہ بینکر صاحب خود گئے اور IMF کے ساتھ چیزیں تیار کرکے واپس آگئے۔ کسی کو بھی پتا نہیں کہ انہوں نے کیا کیا اور کیا نہیں۔ سیاست کو بدنام کرنے کے لیے یہ جس نے بھی کیا اور چیئرمین صاحب جیسے آپ نے وضاحت تو دی مگر میں demand کرتا ہوں کہ

جس نے بھی چیئر مین سینیٹ اور اسپیکر نیشنل اسمبلی کی تذلیل کرنے کو شش کی ہے، اس کے خلاف سخت سے سخت کارروائی ہونی چاہیے کیونکہ نہ demand ہے، نہ ارادہ اور نہ ہی نیت لیکن پھر بھی کچھ لوگ جمہوریت، سیاست اور نظام کو بدنام کرنے کی کوشش میں ہیں۔ جہاں غریب کی تنخواہ میں شاید دو فیصد اضافہ نہ ہو، وہاں دو عہدوں کی تنخواہ میں 600 فیصد اضافہ کر دیا جاتا ہے اور پھر منسٹر صاحب اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ چونکہ یہ ایک بڑے عرصے سے نہیں ہوا لہٰذا اب اسے کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ whoever has done it, initiate an inquiry against him, and there must be punishment کہ ایسا کیوں کیا جا رہا ہے۔ میں تمام حقیقتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اور یہ practice کو دہراتے ہوئے کہوں گا کہ کم از کم اتنا اطمینان ہو کہ ہم نے اپنا حق ادا کر دیا۔ اتنا اطمینان ہو کہ جہاں یہ ملک پچھلے 50 سالوں سے financially compromised ہے اور IMF کی مرضی سے بجٹ لایا جا رہا ہے، ہم اپنی آواز اور نظریہ بلند کریں۔ جناب! اس ملک کو economic surgery کی ضرورت ہے۔ ہم کیوں آنکھیں بند کر رہے ہیں؟ 71 ہزار ارب روپے کا قرضہ ہے اور دوسری طرف انگریز سے بچا ہوا شاہانہ طرزِ زندگی کا عمل۔ پاکستان آزادی کے 70 یا 80 سال بعد یہ ہمت کر لے کہ کم از کم جن سے آزادی حاصل کی ہے، ان کے قوانین سے بھی آزادی حاصل کرے۔ آج تک ہم انگریزی قوانین چلاتے آ رہے ہیں۔ آج تک وہی کمشنرز آتے ہیں اور DCs ہیں۔ پاکستان میں 34 divisions and 149 districts ہیں۔ وہاں ہم نے ایک، ایک راجا بٹھایا ہوا ہے اور اسے سرکاری گھر، سرکاری گاڑیاں اور سرکاری خرچے دے رہے ہیں۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ کیونکہ وہ قوم کی خدمت کرے گا اور اسے تنخواہ ملے گی۔

جناب! حکومت فوری طور پر یہ ہمت کرے اور تمام Commissioners, DCs, ADCs, and ACs اور ان سب کو جنہیں یہ شاہانہ طرز زندگی ملی ہوئی ہے، ہر ضلع میں commercial areas میں جو گھر ملے ہیں، وہ فوری طور پر ان سے واپس لیں۔ انہیں سرکاری گاڑیاں بھی ملی ہیں بلکہ اپنے لیے چھوڑیں شاید کچھ کمشنر صاحبان کو تو گھوڑوں کے لیے بھی گاڑیاں ملی ہوئی ہیں۔ یہ سب کچھ ختم ہونا چاہیے۔ کیا یہ پاکستان کی economy کی تصویر ہے؟ Prime locations پر موجود تمام سرکاری buildings کے لیے آپ private sector کے ساتھ

market valueپر deal کریں۔ اس سے اربوں روپے بنیں گے۔ پورے پاکستان میں million acres of Railway's land یا تو خالی پڑی ہیں یا لوگوں کو خوش کرنے کے لیے بہترین زمینیں چار یا پانچ ہزار روپے ماہانہ lease پر دی گئی ہیں۔ ریلوے ہے ہی نہیں۔ ریل چل نہیں رہی۔ ٹریک پر گھاس اگ رہا ہے۔ ریلوے کی لاکھوں ایکڑ کی زمین پر جو leases ہیں، وہ سب فوری طور پر cancel ہونے چاہیے۔ میں وہ رائے اور مشورے دے رہا ہوں کہ اگر حکومت تھوڑی ہمت کر لے تو یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ان زمینوں پر شادی ہال بنے ہوئے ہیں اور لوگوں کے business چل رہے ہیں لہٰذا ریلوے کی جتنی بھی زمین ہے، اس کا فوری طور پر lease ختم کر کے market value پر اسے deal کریں اور ملک کے لیے پیسا اکٹھا کریں۔ اربوں روپے کے قرضے ہیں۔ سپریم کورٹ کے پاس ریکارڈ پڑا ہے کہ یہ کس، کس نے لیے ہیں اور کس، کس کے معاف کرائے گئے ہیں۔ قرض دار ملک دوسروں کے قرضے معاف کرے، یہ ایک عجیب مذاق ہے۔ سپریم کورٹ کے پاس وہ لسٹ ہے کہ پاکستان میں جس، جس نے بھی loan لیا ہے اور اگر وہ معاف کرائے گئے ہیں تو براہ مہربانی ان سب کو قانون کے کٹھرے میں لا کر ان سے یہ loan واپس لیے جائیں۔ جو حالات ہیں، ہم یہ مانتے ہیں کہ defence بہت ضروری ہے۔

جناب! عوامی نیشنل پارٹی ایک تاریخ رکھتی ہے اور اس تاریخ کو مد نظر رکھتے ہوئے میرے پر دادا باچا خان نے 37 سال جیل میں گزارے۔ میرے دادا خان عبدالولی خان مرحوم نے 11 سال جیل میں گزارے اور میرے والد اور آپ لوگوں کے colleague نے آٹھ سال جیل گزاری۔ میری اگر پچھلے تین نسلوں نے جیل کاٹی ہے تو اس میں ان کا ذاتی کچھ بھی نہیں ہے۔ جمہوریت، جمہوری روایات اور جمہوری تسلسل کی قیمت کی خاطر ہم نے یہ قید و بند سہے ہیں۔ ایک، ایک دن میں ہمارے چھ، چھ اور آٹھ، آٹھ سو workers شہید کیے گئے۔ Suicide bombings میں ہمارے ہزاروں ورکرز اور لیڈرز شہید کیے گئے۔ میں ابھی تھا تو نہیں لیکن تقریر سنی۔ میں جمعیت علمائے اسلام اور ان کے تمام ورکرز اور لیڈرز کے اس غم میں شریک ہوں کہ مولانا صاحب کے بیٹے کو کچھ گھنٹوں کے لیے دہشت گردوں نے اپنے قبضے میں لایا اور پھر چلے گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہمارے گھر تک بات گھس گئی اور یہ بہت افسوس کی بات ہے لیکن بد قسمتی کی بات یہ بھی ہے کہ جب یہ ہمارے گھر پر گزر رہا تھا، جب یہ عوامی نیشنل پارٹی پر گزر

رہا تھا تو یہ آوازیں آتی تھیں کہ امریکہ سے ڈالر لیے گئے ہیں۔ انہوں نے امریکہ سے ڈالر لیے ہیں اور اس کے بدلے ان کے ساتھ یہ سب ہو رہا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ خود کش دھماکے کی بھی قیمت ہو سکتی ہے۔ اپنی جان کی، اپنے پیارے، اپنے محبوب، اپنے والد، اپنے بھائی، اپنی بہن یا اپنے بچے کی کوئی قیمت ہو سکتی ہے۔ میں ان تمام لوگوں کے غم میں شریک اور شامل ہوں جو اس سے گزر رہے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ وہ ہمارے غم میں بھی شرکت کریں۔ اگر کل غلطی ہوئی ہے تو آج اس پر معذرت کر لیں۔ ان شاء اللہ ہمیں اچھا لگے گا۔ سب سیاست کو ذاتی جگہوں پر لے گئے ہیں۔ میں آج بھی یہ سمجھتا ہوں کہ پاکستان تحریک انصاف کے ساتھ نظریاتی اور سیاسی طور پر جتنی مخالفت میری یا عوامی نیشنل پارٹی کی ہے، شاید کسی کی کم ہی ہو لیکن اگر پاکستان تحریک انصاف کے رہنما اور چیئرمین ایک سیاسی قیدی ہیں تو میں آج اعلانیہ on floor of the House یہ demand کرتا ہوں کہ انہیں فی الفور رہا کیا جائے اور اگر نہیں ہیں اور قانونی مجرم ہیں تو میرے خیال میں ذاتیات کی بجائے اگر قانون وہ فیصلہ کر لے تو ہمیں اور آپ سب کو اس پر متفق ہونا چاہیے۔

جناب! میں ڈیمانڈ کرتا ہوں حکومت سے کہ فوری طور پر پاکستان کے تمام ٹرانسپورٹ کے سرکاری اداروں کو ختم کیا جائے۔ اربوں روپے کی گاڑیاں آ رہی ہیں اور پھر اربوں روپے کی ان گاڑیوں کے لیے اربوں روپے کا فنڈ دیا جاتا ہے، ان کی maintenance کے لیے اور افسران کے شاہانہ اخراجات کے لیے۔ اگر ہم ان کو تنخواہیں دے رہے ہیں تو they must cover it up in all these things. وہ ادارے جو operations کے ساتھ کام کر رہے ہیں ان کی بجائے کسی ادارے کو ٹرانسپورٹ میسر نہیں ہونی چاہیے۔ میں ڈیمانڈ کرتا ہوں کہ ٹرانسپورٹ کا ادارہ فی الفور ختم کیا جائے۔ وہ تمام گاڑیاں market value پر بیچ دی جائیں۔ ان شاء اللہ کافی revenue recover ہوگا۔ آپ اپنے قرضے میں سے کچھ پیسے دے سکیں گے۔

جناب! دفاع اہم ہے، ہم نے پچھلے مہینے میں دیکھ لیا اور آج بھی دیکھ رہے ہیں کہ دفاع سے اہم ریاست کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ ہم حکومت سے درخواست کرتے ہیں، ایک طرف یہ بھی مانتے ہیں کہ دفاع سب سے اہم چیز ہے، دوسری طرف یہ بھی مانتے ہیں کہ ان کے پاس یا اس ملک کے پاس وسائل کی کمی ہے تو تیسری طرف آئین کو سیاست دانوں نے، آئین کو اس پارٹی نے جس پارٹی نے یہ نعرہ دیا کہ ووٹ کو عزت دو، اس نے آئین کو پیروں تلے دبایا ہوا ہے۔ اٹھارھویں ترمیم

اس آئین کا حصہ ہے۔ کوئی بھی سیاست دان یہ مجرمانہ حرکت نہیں کر سکتا کہ وہ خود آئین کو نہ مانے اور آئین پر عمل نہ کرے۔

اٹھارھویں آئینی ترمیم کے بعد تمام تر وزارتیں ختم کریں، فوراً ختم کریں۔ پیسے ہیں نہیں، اسکول بنا نہیں رہے تو وزارت تعلیم کس لیے رکھی ہے؟ پیسے ہیں نہیں، ہسپتال بنا نہیں رہے تو وزارت صحت کس لیے رکھی ہے؟ یہ قرض دار حکومت، قرض دار ملک اور الٹا پھر یہ مسائل بھی سر پر رکھیں۔ جان چھڑاؤ، ہمت کرو۔ پانچ وزارتیں وفاق کی وزارتیں ہیں جن میں دفاع، خارجہ امور، داخلہ، خزانہ اور قانون و پارلیمانی امور ہیں۔ یہ پانچ وزارتیں، وفاق حق رکھتا ہے، آئینی طور پر حق رکھتا ہے۔ ان پانچ سے چھٹی وزارت پر اگر ہم جاتے ہیں تو ہم آئین پاکستان کی مخالفت کرتے ہیں۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ فی الفور، سندھ کی بھی یہ ڈیمانڈ ہے، بلوچستان کی بھی یہ ڈیمانڈ ہے، خیبر پختونخوا کی بھی یہ ڈیمانڈ ہے اور شاید آدھے سے زیادہ پنجاب کی بھی یہ ڈیمانڈ ہے کہ ہمیں اپنا آئینی حق دو، تو جو آئینی حق آپ سے پورا ملک مانگ رہا ہے وہ آپ دینے کو تیار نہیں۔ یہ آئینی حق فی الفور ان کے وسائل سمیت صوبوں کے حوالے کیا جائے۔ وفاق صرف اور صرف آئین پر، قانون پر، امن پر، دفاع پر اور وفاق اس نظام کو چلانے کے لیے finances پر پوری توجہ دے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔

سینیٹر ایمل ولی خان: جناب! بس ساڑھے تین منٹ میں ختم کروں گا۔ ان شاء اللہ، خیر ہے، میرے بھائی ہیں، میں آپ کے دل کی باتیں کر رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ان وزارتوں کو صوبوں کے حوالے کر کے وفاق سے ایک بہترین بلدیاتی قانون دیا جائے اور وہ اختیار پھر صوبوں کے پاس بھی نہیں رہنا چاہیے، وہ بلدیات کے پاس جا کر street level, neighbourhood level پر ہونا چاہیے۔۔۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔

سینیٹر ایمل ولی خان: جناب! صرف دو باتیں کروں گا۔ میں بہترین مشورہ دے رہا ہوں۔ پاکستان میں اتنے ٹول پلازے ہیں، ہمیں لگتا ہے کہ ہم سڑکوں پر نہیں، ٹول پلازوں کے بیچ میں سفر کر رہے ہیں۔ موٹر وے پر صرف لاہور کا ٹول پلازہ شاید پورے پاکستان کو چلانے کے لیے کافی ہے، اگر احتساب ہو جائے کہ وہ پیسا کدھر جاتا ہے، کون لے کر جاتا ہے، کیا ہوتا ہے اور کیا نہیں ہوتا۔ 71

ہزار ارب روپے قرض سے نکلنے کے لیے تقریریں نہیں ہو سکتیں، کام ہونا چاہیے، سرجریاں ہونی چاہییں۔ ایک مرتبہ پھر کہتا ہوں کہ شاہانہ طرز زندگیاں ختم ہونی چاہییں۔ جناب! اِدھر عام بندہ ہوتا ہے، I don’t want to say it to anyone, میری طرح عام بندہ ہوتا ہے، ایک دن اکیلا گھوم رہا ہوگا، اگلے دن موصوف وزیر بن جائے گا، پھر سو بندے اس کے ساتھ گھوم رہے ہوں گے۔ لیکن کیا فرق پڑے گا اگر وزیر بن گیا، جھنڈا تو ویسے ہی لگ گیا۔ ان سو بندوں کے بغیر بھی آپ گھوم سکتے ہیں، یہ تو اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ اگر ہم دیکھتے ہیں کہ معزز ترین دنیا، کینیڈا میں وزیراعظم پانچ سال، دس سال بعد گھر جاتے ہوئے اپنی سائیکل اور کتابیں لے کر جاتے ہیں تو کیوں ہم یہ نہیں کر سکتے۔

جناب! میں آخری بات کروں گا، مجھے معلوم ہے کہ میں نے زیادہ وقت لے لیا۔ مجرمانہ فعل حکومتِ پاکستان کا ہے۔ اٹھارھویں آئینی ترمیم کب منظور ہوئی ہے، جناب! آپ وزیراعظم تھے، آج تک این ایف سی نہیں ہو رہا ہے، کیوں، can I ask this simple question کہ اٹھارھویں ترمیم کے بعد جو جو بھی ہے، این ایف سی اور جو میرے بھائی نے بھی ذکر کیا، وہ این ایف سی جو فیصلہ کرتے ہیں کہ صوبوں کو کیا ملے گا اور کیا نہیں ملے گا، وہ این ایف سی کیوں نہیں ہو رہا؟ بلوچستان سے کیا ہوا وعدہ کہ گیس کا پیسا آدھا آدھا، کیوں نہیں مل رہا ہے؟ پختونخوا سے کیا ہوا وعدہ، AGN Kazi Formula ریاست کا بنایا ہوا ہے، بجلی کا پیسا کیوں نہیں مل رہا؟ تمباکو کا پیسا کیوں نہیں مل رہا؟ آئل اینڈ گیس کا پیسا کیوں نہیں مل رہا؟ بلوچستان کو اپنا حصہ ملنا چاہیے۔ سندھ کو اپنا حصہ ملنا چاہیے۔ پختونخوا کو اپنا حصہ ملنا چاہیے۔ پنجاب کو اپنی شناخت اور اپنا حصہ ملنا چاہیے۔ کشمیر اور گلگت کے لوگوں کو اپنے آئینی حقوق ملنے چاہییں۔ اگر یہ حقوق آپ دیتے ہیں تو ان شاء اللہ یہ تسلی رکھیں کہ یہ پاکستان کو مضبوط کرے گا، کمزور نہیں کرے گا۔ اگر ہم یہ مسئلے حل نہیں کرتے تو ہم time bomb پیدا کر رہے ہیں۔ ادھر آئین اور قانون سو رہا ہے، ادھر انتہا پسندی کو ہم اتنا بڑھا چکے ہیں کہ وہ دہشت گردی پر پہنچ گیا ہے۔ ادھر بے روزگاری انتہا پر ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ ساڑھے بیس منٹ ہو گئے۔

سینیٹر ایمل ولی خان: جناب! ان سب کو اگر ہم چھوڑتے ہیں تو ملک تباہی کی طرف جا رہا ہے۔ لہٰذا، خدارا! اپنی آزادی حاصل کریں، اپنے 60% غریب پاکستانیوں کو جینے کا حق دیں۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Now I give the floor to Aon Abbas Bhappi Sahib.

Senator Aon Abbas

سینیٹر عون عباس: اَعُوذُ بِاللہ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم۔ بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم ۔ چیئرمین صاحب، اس سے پہلے میں تقریر شروع کروں، میرا وقت شروع ہو، ایک چھوٹی سی چیز جس پر آپ کی توجہ چاہوں گا، آپ سے پہلے بھی بار ہا درخواست کر چکا ہوں اور you have been very kind enough کہ اعجاز چوہدری صاحب کے Production Orders آپ نے جاری کیے تھے۔آپ نے Privilege Committee کو بھی بھیجا تھا اور مرحوم تاج حیدر صاحب نے اس کو Chair کیا تھا۔ IG Punjab وہاں پر تشریف لائے تھے۔ سیکرٹری صاحب میرا وقت ذرا روک لیا جائے، یہ issue budget سے ہٹ کر ہے پھر بعد میں وقت نہ ملے۔ IG Punjab and IG Prisons یہاں آئے تھے۔۔ ماشاءاللہ Production Order جاری ہو گیا ہے۔ عرفان صاحب نے تو کر دیا ہے اب آج میں Production Order کا issue raise نہ کرتا تو بچ جاتا۔

(At this stage, Mr. Presiding officer, Senator Irfan-ul-Haque Siddiqui presided over the proceeding of the House)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر عون عباس صاحب جاری رکھیں۔

سینیٹر عون عباس: جناب! آپ اعجاز چوہدری صاحب کا Production Order تو جاری نہیں کر سکیں گے لیکن issue یہ ہے کہ میں صرف ایوان کی توجہ دلا دیتا ہوں I am sure کہ ایوان اس میں کچھ نہیں کر سکے گا۔ اعجاز چوہدری صاحب کو اس وقت جیل میں دو سال ہو چکے ہیں اور آج سے چار دن پہلے ان کو ہسپتال میں operate کیا گیا اور تین stent ڈالے گئے تھے اور ان کو پھر جیل شفٹ کر دیا گیا ہے۔ So Chairman Sahib was kind enough کہ انہوں نے Privilege Committee کو کہا تھا، تاج حیدر صاحب نے Chair کیا تھا، IG Punjab and IG Prisons نے اس میں بیان دیا تھا کہ ان کی صحت ٹھیک نہیں ہے، جیسے وہ ٹھیک ہو جائیں گے ہم پیش کر دیں گے۔ اب کیونکہ ان کو جیل میں شفٹ کر دیا ہے تو میری

ایوان سے صرف request یہ ہے کہ اگر وقار مہدی صاحب کیونکہ Privilege Committee کے نئے chair ہیں اگر وہ اس Committee کی ایک meeting بلا کر IG Punjab سے صرف پوچھ لیں، جناب! Issue اعجاز چوہدری کا نہیں issue اس ایوان کے تقدس کا ہے۔ آج اعجاز چوہدری جیل میں ہے، کل کو میں ہوں گا، کل کو کوئی اور بھی ہو سکتا ہے۔ ایک ایسی روایت قائم کرتے ہیں جو آنے والے تمام کسی بھی سینیٹر کے لیے ہو گی، تو اس کے لیے صرف ایوان کم از کم اور کچھ نہیں تو ہمدردی کا اظہار ہی کر دے باقی تو جو کچھ کر سکتے تھے مجھے اندازہ ہے۔

بہت شکریہ، سب سے پہلے ایک تو میں آج اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کہوں گا کہ جس طریقے سے ایران اور ایران کی قوم اس موقع کے اوپر اسرائیل جیسی ایک ظالم قسم کی ایک بربریت کو جس طریقے سے face کر رہا ہے میں ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ آج جو میزائل Lebanon, Syria, Egypt and Jordan کے اوپر سے cross کر کے ایران میں گر رہے ہیں اور اس کے باوجود لوگ خاموش ہو کے بیٹھے ہیں۔ کل کو یہ میزائل کسی جگہ بھی گریں گے، اسرائیل کا plan یقیناً یہاں رکنے کا نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ شاید سعودی عرب، ہر طرف منہ کرے گا۔ لیکن اس کی خاموشی جو ہے وہ اس کو اور تقویت دے رہی ہے so I am sure کہ پاکستانی قوم واحد ایسی پہلی اسلامک قوم ہے جنھوں نے ایک مذمتی قرارداد پیش کی تھی۔ اگر ایک دن مقرر کر دیا جائے جس دن ہم فلسطین غزہ کے مسلمان اور ایران کے مسلمانوں کے لیے اکٹھے as a قوم نکل سکیں۔ اس خوف سے ہٹ کر کہ تحریک انصاف اس میں اپنے جھنڈے، عمران خان کی فوٹو لے کر آئے گی، اگر ایک ایسا دن مقرر کر دیا جائے جس پر پوری قوم وہ اتوار کا دن ہو، جمعہ کا دن ہو تاکہ دنیا دیکھے کہ ایران کے مسلمان ہمارے بھائی ہیں، کل کو یہ باری کسی کی بھی آ سکتی ہے۔ تو میری ایوان سے درخواست ہے کہ اس پر بھی ایک discussion کر لی جائے۔

جناب چیئرمین! بجٹ کی طرف آتے ہیں، یہ بجٹ اور کچھ نہیں اعداد و شمار کا ایک گورکھ دھندا ہے۔ بجٹ میں دو قسم کی reflections ہوتی ہیں، ایک reflection ہوتی ہے کہ پیچھے آپ کی کارکردگی کیا رہی اور ایک reflection ہے کہ آگے آپ کیا achieve کرنا چاہ رہے ہیں۔ اگر پچھلی کارکردگی کو دیکھا جائے تو اس سے آگے کی کارکردگی assess کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ میں جب بجٹ کو دیکھ رہا تھا تو جو سب سے پہلی چیز میرے ذہن میں آئی وہ تھی زراعت

0.6% کی growth کے ساتھ آپ کی زراعت نے پچھلے سال میں ترقی کی ہے۔ ہر قوم کی اپنی ایک speciality ہوتی ہے، ہر ملک کی اپنی speciality ہوتی ہے، China چلے جائیں تو electric vehicles کی بات کرتے ہیں اور solar panels کی بات کریں گے، آپ Korea چلے جائیں تو وہاں پر technology, AI کی بات کریں گے، America میں اور technology ہوگی، تو ہر قوم، ہر ملک کی ایک speciality ہوتی ہے۔ پاکستان کی جو speciality ہے وہ آپ کی زراعت ہے، اگر آپ کی زراعت کی growth 0.6% ہو تو یہ ہمارے لیے شرمناک ہے۔ یقین جانیے اس 0.6% کو systematically اس گورنمنٹ نے اس حد تک پہنچایا ہے۔

میں نے آج سے دو سال پہلے تقریر کی تھی اور میں نے کہا تھا کہ Ukraine سے گندم import کی گئی ہے وہ گندم اتنی زیادہ ہے کہ اگلے دو سال پاکستانی کاشت کار گندم کاشت کرتے رہے تو آپ کے پاس وافر ہو جائے گی اور آج حال یہی ہے کہ پچھلے دو سالوں سے اب یہ ہو رہا ہے اور میں پچھلے ایک سال کی بات بتادوں میں نے یہ کہا تھا کہ ہمارا اس وقت Government of Punjab and Federal Government نے جو support price ہے وہ ختم کر دی جو کہ اس وقت ہماری چار ہزار پر ہوتی تھی ہوا یہ کہ پچھلے سال جب کسان نے گندم اُگائی اس کا خرچہ آگیا ایک لاکھ چالیس ہزار، income ہو گئی ایک لاکھ، چالیس ہزار فی ایکڑ کا نقصان ہوا، کسان نے گندم لگانی چھوڑ دی۔

جناب! اس سال پاکستان میں جو گندم کی فصل ہوئی ہے وہ 2 crore 78 lac metric ton ہوئی ہے اور یقین جانیے آج سے تین سال پہلے جب ہماری گورنمنٹ تھی 2022 میں اس وقت 2 crore 90 lac metric ton تھی۔ یعنی کہ دو سال میں آپ نے 20 lac metric ton کم گندم پیدا کی، اس کی وجہ اس حکومت کی policies ہیں۔ آپ نے support price بند کر دی، آپ نے implements پر loans دینے بند کر دیے یعنی کہ یوریا کی قیمت جو اس وقت ترتالیس سو تھی وہ آج چھ ہزار روپے، DAP جو چھ ہزار کی تھی آج بارہ ہزار ہے۔ ہمارے دور میں گندم پینتالیس سو میں بکتی تھی اور آج بائیس سو روپے میں کوئی خریدنے کو تیار نہیں ہے۔ کسانوں کی 40 lac ton گندم اس وقت رل رہی ہے کوئی خریدنے کو تیار نہیں

ہے۔ یہ صرف گندم کا حال ہے آپ باقی major فصلیں اٹھا کر دیکھ لیں، 2022 میں ہمارے دور میں چاول کی پیداوار 98 lac 50 thousand metric ton تھی، آج 2025 میں 94 lac 50 thousand metric ton یعنی کہ 4 lac metric ton کم پیداوار ہوئی۔ ہمارے دور میں گنا 9 crore metric ton پیدا ہوا اور آج کے دور میں 8 crore 79 lac metric ton گنا پیدا ہوا ہے۔ مکئی کی فصل اٹھا کر دیکھیں کسانوں نے 98 lac metric ton ہمارے دور میں 2022 میں پیدا کیا اور آج 94 lac 50 thousand metric ton اور یہ صرف گندم کی فصلوں کی جو yield ہے میں اس کی بات کر رہا ہوں۔ آپ کی فصلیں کتنی ہیں، اگر آپ صرف قیمتوں کا تقابلی جائزہ لے لیں تو گندم پینتالیس سو سے بائیس سو پر آ گئی، ہمارے دور میں آٹھ ہزار من اس وقت کسان کا چاول بکا تھا، آج پانچ ہزار من پر کوئی خریدنے کو تیار نہیں ہے، ہمارے دور میں گنا ساڑھے چار سو روپے من پر بکا کرتا تھا آج چار سو روپے پر بھی کوئی لینے کو تیار نہیں اور مکئی جو اس وقت چونتیس سو روپے من تھی، آج دو ہزار من پر آ گئی ہے۔ آخر آپ نے کسان کے ساتھ کیا ہی کیا ہے؟

پاکستان جیسا ملک جہاں پر 60 فیصد آپ کی آبادی زراعت سے منسلک ہو، اگر زراعت کے ساتھ آپ نے یہ ظلم کرنا ہے تو پاکستان آگے نہیں چل سکتا اور ظلم دیکھیں، اس مرتبہ زرعی ٹیکس لگا دیا۔ یعنی کہ ایک زمین دار جس کی 20 یا 25 ایکڑ کے قریب زمین ہو اور اگر وہ سال میں ایک لاکھ 25 ہزار صرف income, میں نفع کی بات نہیں کر رہا صرف income کما رہا ہے اور پچیس تیس لاکھ روپے income آ جائے جناب! اس مرتبہ چھ لاکھ روپے کا زرعی ٹیکس بھی لگا دیا گیا۔ آپ نے IMF کی ماننی ہے تو مان لیں تو پھر ظلم زمین دار کے لیے کیوں، کمائی وہ نہیں کر رہا، گندم کی قیمت اس کو نہیں مل رہی، اس کو پیسے نہیں مل رہے اوپر سے زرعی ٹیکس بھی لگا دیا۔ اس سے زیادہ ظلم پاکستان میں کسی بھی حکومت نے نہیں کیا جو اس وقت کی حکومت ہے جو فیڈرل گورنمنٹ اور پنجاب حکومت کرنے جا رہی ہے۔ آپ کو نفرت ہے، ان لوگوں سے جنہوں نے آپ کو ووٹ نہیں دیا، آپ ہم سے حساب لے لیجیے لیکن پاکستان کی عوام اور پاکستان کے کسان سے اس طرح کا ظلم مت کیجیے۔

چیئرمین صاحب! مہنگائی کی طرف آتے ہیں، ہمیں بار بار کہتے ہیں جی مہنگائی کم ہو گئی کس طرف سے مہنگائی کم ہو گئی، 4.7 فیصد ہمیں دکھا دی مہنگائی۔ مہنگائی کے تین main factors ہوتے ہیں، پہلا ہوتا ہے جس کو Consumer Price Index کہتے ہیں، اس میں سب سے پہلا جو factor آتا ہے وہ ہے خوراک اور مشروبات کا اور خوراک میں جو سب سے بڑی چیز ہوتی ہے وہ آپ کے آٹا، دالیں اور گھی کی قیمتیں ہوتی ہیں۔ جہاں پر آپ کسان کی کمر توڑ کر گندم کی قیمت پانچ ہزار سے دو ہزار روپے لے کر آ گئے، آٹے کی قیمت تو کم کر دی مہنگائی تو کم ہو رہی تھی۔ اس وقت پاکستان کے عوام کی جو قوت خرید ہے وہ اتنی کم ہو چکی ہے کہ وہ پلاٹ، گھر کچھ نہیں خرید سکتا ہے اور جو بیچنا چاہتا ہے اس کو لینے والا تیار نہیں۔ دو کروڑ کا گھر ایک کروڑ میں، 50 lac ہیں کوئی خریدنے کو تیار نہیں، پاکستان میں housing industry بیٹھ گئی ہے۔ آپ کی خوراک کی قیمتیں ویسے کم ہو گئیں، housing industry بیٹھ گئی، لوگوں کی قوت خرید ہے کوئی نہیں، آپ نے مہنگائی کر دی۔ حضور آپ نے مہنگائی ختم نہیں کی آپ نے پاکستان کی عوام کو ختم کیا ہے۔ یہ مہنگائی کا نعرہ مار مار کے اس وقت پاکستان کی عوام جینے کو ترستی ہے کیونکہ آپ کہتے ہیں مہنگائی، اس مہنگائی میں ایک لاکھ روپے جس کی تنخواہ ہے وہ بھی گزارا نہیں کر سکتا۔ ہمیں کہتے ہیں taxes کم کر دیے، taxes آپ نے یقیناً لاکھ روپے والے پر کم کیے ہوں گے لیکن جو آپ نے indirect tax لگایا ہے اس کا حساب کون دے گا، carbon levy آپ نے بڑھا دی، دو روپے لیٹر پٹرول کیوں غریب بھرے گا، آپ نے اس کے بعد fuel کے اوپر subsides ختم کر دیں، آپ نے بجلی کے اوپر subsidy ختم کر دی۔ یہ جو آپ نے budget دیا ہے، یہ کل کو سارا مزدور طبقہ pay کر کے جائے گا۔

اگلا subject جی South Punjab چار سڑکیں ہمیں South Punjab میں دیں ہیں، ایک ڈیرہ غازی خان میں toll plaza کہیں connect کر دیا، ایک خانیوال میں ایک toll plaza کے ساتھ connect کر دیا جیسے سینیٹر ایمل ولی نے کہا ایک تو نسہ میں دے دی اور ایک رحیم یار خان میں چار ہمیں main سڑکیں دے دیں 10 یا 12 ارب لگایا۔ حضور! ہمیں سڑکیں نہیں چاہیں، ہمیں ایک صوبہ چاہیے تھا۔ کاش! آپ یہ 10 12 ارب کی lollipop دینے کی بجائے ہمیں ہمارا صوبہ ہی دے دیتے۔ ساڑھے چار ارب خرچ کر کے ملتان میں

ایک Civil Secretariat South Punjab بنایا تھا، آج وہاں پہ گدھے گھوڑے بندھے ہوئے ہیں، کیوں؟ کیونکہ یہ حکومت نفرت کرتی ہے جنوبی پنجاب کے لوگوں سے آپ پنجاب کی بانٹ نہیں چاہتے، مت کیجیے! یہ کوئی مغلانہ طرز حکومت نہیں ہے کہ یہاں پر صوبوں کی بانٹ نہیں ہو سکتی۔ 10 ارب کی سڑک مت دیجئے، ہمیں ہمارا صوبہ دیجئے اور اس کی میں نے منطق دی تھی۔ میں نے کہا تھا اس وقت، upper Punjab میں 27 ضلعے ہیں اور جنوبی پنجاب میں 12 ضلعے ہیں۔ ان 12 ضلعوں میں اس وقت ہمارے پاس سکولوں کی history آپ کو بتا دوں کہ 50,112 سکول ہیں 27 اضلاع میں جو کہ upper Punjab میں ہیں اور جنوبی پنجاب کے 12 اضلاع میں 13,000 سکول ہیں۔ اس میں Higher, Secondary and Primary سارے سکول شامل ہیں۔ آپ کے جو teaching hospitals ہیں، upper Punjab کے 27 اضلاع میں teaching hospitals 23 ہیں جبکہ جنوبی پنجاب کے 12 اضلاع میں صرف 5 teaching hospitals ہیں۔ upper Punjab میں DHQs 34 ہیں اور ہمارے south Punjab میں صرف 8 ہیں اور BHUs جو Basic Health Units upper Punjab کے 27 اضلاع میں 2,461 ہیں اور ہمارے پاس صرف 730 ہیں۔

تو آپ ہمیں دس ارب کی سڑکیں کیوں دیتے ہیں۔ ہمیں ہمارا صوبہ کیوں نہیں دیتے۔ آخر ایسی کون سی چیز ہے اور کہاں پر ایسا الہام لکھا ہے کہ صوبوں کی بانٹ نہیں ہو سکتی۔ ان دس ارب کی سڑکوں سے میرا پیٹ نہیں بھرے گا۔ جنوبی پنجاب کے لوگ آپ سے راضی نہیں ہیں۔ یقین جانیں کہ 2018 میں انہوں نے آپ کو ووٹ نہیں دیا تھا، 2024 میں بھی نہیں دیا تھا اور 2030 تو کیا وہ اگلے پچاس سال میں بھی نہیں دیں گے کیونکہ اُن کا ووٹ عمران خان کا ہے لیکن آپ کی نفرت ان کے اس غصے کو کم نہیں کر سکتی۔ جناب چیئرمین! کاش اس وقت اُس صوبے کے لیے بھی پیسے رکھ لیے جاتے۔

جناب، اگلا point education and health کے حوالے سے ہے۔ Although میں سمجھتا ہوں کہ education کا subject اٹھارویں ترمیم کے بعد devolve ہو چکا ہے۔ اسی طرح health بھی لیکن HEC کے 61 ارب کو کم کر کے 40 ارب روپے کر دیا ہے۔ 20 ارب روپے HEC سے کم کر رہے ہیں۔ چیئرمین صاحب! HEC کیا ہے؟ یہ

grantsدیتا ہے، یہ scholarships دیتا ہے اُن تمام بچوں کو جو doctors بننا چاہتے ہیں۔ اسلام آباد کی یونیورسٹیوں کے پاس funding ہوتی ہے۔ ان کی grants اور scholarships کم کر کے ہم دنیا کو کیا دکھانا چاہ رہے ہیں کہ ہماری national priorities کیا ہیں۔ ہم knowledge economy چاہتے ہیں یا نہیں چاہتے۔ یہ وہ notion ہے جو ہم دنیا کو بتا رہے ہیں ہمیں doctors کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں engineers کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہم ہر چیز چائنہ سے منگواتے ہیں۔ ہم تو اپنی سائیکل نہیں بنا سکتے لیکن آپ نے education میں HEC کا بجٹ کم کر کے دنیا کو یہ پیغام دیا ہے کہ تعلیم اب ہماری basic priority نہیں ہے۔ اس کو بھی تھوڑا سا دیکھنا چاہیے۔

اب health کی بات کرتے ہیں۔ Health اسلام آباد کا subject ہے۔ Although I believe کہ ٹھیک ہے لیکن اُس میں تقریباً 8 ارب روپے کی کمی کر دی ہے۔ وجہ؟ چیئرمین صاحب! جو اسلام آباد کے ہسپتال ہیں، یہاں خیبر پختونخوا سے بھی لوگ آتے ہیں، بلوچستان سے لوگ آتے ہیں، GB اور کشمیر سے لوگ آتے ہیں۔ آپ نے ان کا بجٹ کم کر دیا۔ ایک تو آپ نے basic healthcare ویسے ہی privatize کر دی ہے، انصاف کارڈ ویسے ہی ختم کر دیا ہے، اب ان کا بجٹ بھی کم کر دیا ہے تو اس کو بھی آپ review کریں۔

چیئرمین صاحب! میں آخری چیز کی طرف آ رہا ہوں۔ میرا اس پورے ایوان سے ایک سوال ہے۔ آج سے تین سال پہلے ایک elected government کو ہٹا دیا گیا۔ ایک elected وزیر اعظم کو ہٹا دیا گیا اور ہمیں کیا بتایا گیا کہ جناب یہ لوگ عوام کی فلاح کے لیے کچھ نہیں کر رہے تھے۔ آپ یہ دیکھیں کہ جو میں نے پچھلے تین سال کی figures بتائی ہیں، کوئی ایک ایسا کام بتائیں جو اس حکومت نے تین سال میں کیا ہو جس کی وجہ سے یہ ثابت کر سکیں کہ ہمیں انہوں نے جائز ہٹایا تھا۔ چیئرمین صاحب! کوئی دس ہزار نوکریوں کا حساب دے دیں۔ کچھ ایسا بتا دیں کہ تین سالوں میں انہوں نے کیا achieve کیا۔ ایک elected وزیر اعظم کو اڈیالہ میں ڈال کر آپ نے کیا ثابت کیا۔

چیئرمین صاحب! میں آپ کو figures بتاتا ہوں اور آپ حیران ہو جائیں گے۔ 2022 میں جس وقت عمران خان صاحب وزیر اعظم تھے، 6.2 فیصد پر ہماری GDP grow کر

رہی تھی۔ آج 2.7 فیصد پر ہے۔ آخر اُس حکومت کو کیوں ہٹایا گیا؟ جو services 6.7 فیصد پر grow کر رہی تھیں، آج 5 فیصد پر grow کر رہی ہیں۔ آخر اُس حکومت کو کیوں ہٹایا گیا؟ وہ صنعت جو 7 فیصد پر جا رہی تھی، آج 2.8 فیصد پر جا رہی ہے۔ اُس کو ہٹانے کی وجہ ہی کیا تھی؟ وہ زراعت جو 4.2 فیصد پر جا رہی تھی، آج 0.6 فیصد پر grow کر رہی ہے۔ آخر وجہ کیا تھی؟ اُس وقت وجہ عوام کی فلاح نہیں تھی، وجہ انا تھی۔ وجہ یہ تھی کہ یہ شخص آپ کو پسند نہیں تھا۔ وجہ یہ حکمرانی تھی، یہ کرسی تھی۔ آپ مان لیجیے کہ تین سال میں آپ نے کچھ بھی نہیں کیا۔ عوام کے لیے کچھ بھی نہیں ہے سوائے آپ لوگوں کے علاوہ۔ حکومتیں آپ کی ہیں، یہ Prime Minister سے لے کر صوبائی حکومتیں آپ کی ہیں۔ عوام کے لیے اس میں کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ کے بچے بھی آج علاج کے لیے باہر جاتے ہیں۔ آپ کے بچے بھی تعلیم کے لیے باہر جاتے ہیں۔

صرف اور صرف ایک شخص کو، اس وزیر اعظم کو، عمران خان کو جیل میں ڈالنے کے لیے، چیئرمین صاحب! میں یہ بتا دوں کہ اس وقت ایک شخص اڈیالہ میں بند نہیں ہے بلکہ پچیس کروڑ عوام بند ہے اور جس دن اس پچیس کروڑ عوام نے اڈیالہ کی جیل سے باہر نکلنے کا فیصلہ کر دیا، آپ اور میں، کوئی بھی نہیں روک سکے گا۔ یقین جانیں اور لوگوں کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھیں کہ عمران خان اُن کے دلوں میں بستا ہے اور جس دن یہ نفرت اتنی بڑھ گئی تو یقین جانیں کہ اڈیالہ کی سلاخیں بہت چھوٹی ہیں، یہ سب ٹوٹ جائے گا۔ اس سے پہلے کہ لوگ انقلاب کی طرف جائیں عقل کے ناخن لے کر اُس کو اُس کا انصاف دیں۔ آج آپ نے اُس کی بیوی بشریٰ بی بی کو جس بھی کیس میں وہاں پر رکھا ہوا ہے، یہ ظلم زیادہ عرصہ برقرار نہیں رہے گا اور ان شاء اللہ، وہ وقت دور نہیں جب عمران خان واپس آئے گا۔ اسی جگہ وزیر اعظم ہوگا اور اس ملک میں صحیح حکمرانی ہوگی۔ پاکستان زندہ باد، عمران خان زندہ باد۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بہت شکریہ عون صاحب۔ سینیٹر بلال احمد خان مندوخیل صاحب۔

Senator Bilal Ahmed Khan

سینیٹر بلال احمد خان: بہت شکریہ جناب چیئرمین۔ سب سے پہلے تو میرے لیے یہ خوشی کی بات ہے کہ میں جب بھی سینیٹ میں تقریر کرتا ہوں تو میرے سامنے Chair عرفان صدیقی صاحب آپ ہی کرتے ہیں اور یہ میرے لیے بہت honour کی بات ہے۔ جناب چیئرمین! ابھی

میرے Honourable colleague نے یہ بات کی کہ ہم 71000ارب روپے کے مقروض ہیں۔ 71000 ارب روپے کے مقروض ملک کا IMFکا دیا ہوا بجٹ یا IMF سے لی ہوئی dictationکا بجٹ، شاید مرزا غالب نے ہمارے ہی لیے کہا تھا کہ

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لاوے گی ہمارا فاقہ مستی ایک دن

اب پتا نہیں وہ دن کب آئے گا، پچھلے ستر سالوں سے۔۔۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ہماری فاقہ مستی۔

سینیٹر بلال احمد خان: جی ہماری فاقہ مستی ہے جناب۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: آپ کی شاید ہمارا ہو۔

سینیٹر بلال احمد خان: نہیں جناب، ہماری ہے۔ ویسے بات سمجھ میں آنی چاہیے۔ ہماری ہو یا ہمارا ہو، بات سمجھ میں آنی چاہیے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی بالکل، سمجھ آ گئی ہے۔

سینیٹر بلال احمد خان: جناب! یہ بجٹ کیا ہے؟ بجٹ کسی بھی معاشرے، کسی بھی ملک کے معاشی اعداد و شمار کو ہم بجٹ کہتے ہیں۔ یہ اعداد و شمار یا بجٹ دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک حصہ وہ ہے جو اخراجات پر مشتمل ہوتا ہے اور ایک حصہ آمدن پر مشتمل ہوتا ہے۔ آمدن اور اخراجات جب مل جاتے ہیں تو یہ بجٹ کہلاتا ہے، چاہے وہ کسی ملک کا ہو، کسی گھر کا ہو یا کسی ادارے کا ہو۔ جب تک یہ دونوں چیزیں آپس میں ایک دوسرے کو vary نہ کریں، جب تک یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے ساتھ match نہ کریں یا ایک دوسرے کے ساتھ مل نہ لیں تو اس وقت تک ہم ان معاملات کو بجٹ نہیں کہہ سکتے۔

اگر میں اس 26-2025 کے وفاقی بجٹ کی بات کروں تو یہ بجٹ میرے حساب سے بالکل بھی عوام دوست نہیں ہے۔ میرے حساب سے یہ ایک انتہائی خطرناک اور عوام پر بوجھ ڈالنے والا بجٹ ہے۔ اس بجٹ کا اثر، یا اس بجٹ کی کارستانیاں کہہ لیں یا اس بجٹ کے جو نتائج ہیں وہ اس وقت سامنے آئیں گے جب یہ بجٹ خدانخواستہ منظور ہو گا یا implement ہو گا۔ اس کے بعد عوام کو اس کے اثرات نظر آنا شروع ہو جائیں گے۔ گو کہ جس طرح میرے ایک honourable

colleague نے یہ بات کی تھی کہ بجٹ ابھی منظور نہیں ہوا، بجٹ میں لگائے گئے taxes ابھی تک منظور نہیں ہوئے ہیں، اس پر ابھی debate ہو رہی ہیں اور اس پر ابھی تک باتیں چل رہی ہیں لیکن اگر آپ practically market میں چلے جائیں تو آپ کو تمام چیزیں مہنگی ملنا شروع ہو گئی ہیں۔ چونکہ ہمارے تاجروں نے اُس دن کی بجٹ تقریر کے بعد جو taxes لگنے ہیں، انہوں نے اُس دن سے تمام چیزوں پر وہ taxes لاگو کرکے عوام کو بیچنا شروع کر دیے ہیں۔

اس بجٹ میں مجھے future کا کوئی plan نظر نہیں آیا۔ میں نے بڑی کوشش کی اس بجٹ میں کہیں نہ کہیں، کسی کونے میں کوئی future کے حوالے سے، اس ملک کے مستقبل کے حوالے سے، اس ملک کے مستقبل کی آمدنی کے حوالے سے کوئی ایک plan ہو لیکن افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ مجھے کوئی plan نظر نہیں آیا۔ میں معذرت کے ساتھ بات کروں گا کہ کیا ہم ساری زندگی مانگ کر ہی گزارا کریں گے۔ کیا ساری زندگی ہم کشکول اٹھائے دنیا کے ممالک کے دروازے پر جا کر دربدر بھیک مانگ کر اپنا گزارا کریں گے اور اپنا بجٹ بنائیں گے۔ ان مانگے ہوئے پیسوں سے، جس طرح میں نے کہا کہ مرزا غالب صاحب نے جو بات کی، جب ہمیں پیسے ملتے ہیں تو ہم اس پر مستی کرتے ہیں، اس پر ہم اپنی عیاشیاں کرتے ہیں، اس وقت ہم بھول جاتے ہیں یہ کہ پیسے ہم نے واپس بھی کرنے ہیں۔ ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ ہم نے کسی سے قرض لیا ہے اور یہ قرض ہم نے ادا بھی کرنا ہے۔ اب اگر ہم نے قرض ادا کرنا ہے تو قرض ادا کرنے کے لیے ہم نے کمانا بھی ہے۔ کچھ اپنے لیے اور کچھ اُس قرض دار کے لیے۔ ہم قرض دار ہیں اور ہم نے اُس کے پیسے بھی واپس کرنے ہیں۔ ہم نے اپنے مستقبل کو محفوظ کرنا ہے، اپنے اپنے بچوں کو بھی محفوظ کرنا ہے۔ اپنی اپنی زندگیوں کو بھی محفوظ کرنا ہے۔ ہم نے کھانے پینے، رہنے سہنے، آگے بڑھنے کے لیے اپنے لیے planning بھی کرنی ہے۔ لیکن نہیں، جب پیسے آجاتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ساری کی ساری آمدن ہے۔ یہ ہمارا ہی ہے۔ ہم نے تو واپس کرنے ہی نہیں ہیں، اس کو جس طرح مرضی ہی لوٹاؤ، لوٹا دیں کیونکہ اس پر ہم نے محنت نہیں کی۔ اس پر ہم نے کوئی planning نہیں کی، صرف دو الفاظ مانگے ہیں کہ خدا کے لیے ہمیں پیسے دے دو۔ جس طرح روڈوں پر کھڑے ہو کر signal پر کھڑے ہو کر، چوراہوں پر کھڑے ہو کر بھیک مانگتے ہیں ان کی کوئی investment نہیں ہوتی۔ ان کی کوئی محنت نہیں ہوتی۔ ان کی کوئی planning نہیں ہوتی۔ ان کو ایک روپے ملے یا ایک لاکھ

روپے ملے وہ ساری کی ساری ان کی آمدن ہوتی ہے۔ ان کے اخراجات کچھ نہیں ہوتے کیونکہ انہوں نے کوئی planning نہیں کی۔ انہوں نے کسی کو کوئی پیسا دینا نہیں ہے۔ اسی طرح ہمارے ملک کی حالت بھی یہی ہے۔ ہماری economy بھی اسی طرح چل رہی ہے۔ کیا اس طرح ملک چلیں گے ؟ کیا اس طرح ملک چل سکتے ہیں؟ کب تک چلائیں گے ؟

آپ نے پچھلے بجٹ میں آنے والے وقت کے لیے کوئی پلان دیا تھا؟ مجھے نہیں لگتا کہ کوئی پلان دیا تھا۔ اگر کوئی پلان دیا ہوتا تو آج کے بجٹ میں اس کی reflection ہوتی۔ آج اس بجٹ میں پچھلے دیے ہوئے بجٹ کے پلان کو ہم discuss کر رہے ہوتے کہ ہم نے اعداد و شمار کے مطابق اپنی achievement یہ رکھی تھی۔ یہ ہمارا target تھا، اس میں سے ہم اتنا تو حاصل کر چکے ہیں۔ جیسا کہ میرے دوسرے colleague نے یہ بات کی کہ اس مرتبہ 1.something trillion budget ہمارا deficit میں گیا وہ کم ہے۔ بجٹ بڑھنے کے بجائے کم ہو رہا ہے۔ بجٹ بڑھنے کی بجائے shrink ہو رہا ہے۔ کیوں؟ کیونکہ ہم آگے کا پلان نہیں دے سکتے۔ ہمارے پاس کوئی سوچ نہیں ہے۔ ہمارے پاس کوئی figure ہی نہیں ہے۔ ہم آ کر صرف اور صرف اس بات پر پھنس گئے ہیں کہ چیئرمین صاحب کی تنخواہ کتنی ہو گی؟ اسپیکر صاحب کی تنخواہ کتنی ہو گی؟ کیا من حیث القوم ہماری سوچ بہت محدود نہیں ہو گئی۔ 25 کروڑ لوگوں میں سے صرف دو بندوں پر focus ہے۔ 25 کروڑ کو چھوڑ کر ہم صرف دو لوگوں کی تنخواہوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ 25 کروڑ لوگوں کی زندگیوں کو چھوڑ کر ہم چند لوگوں کی تنخواہوں اور ان کی مراعات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ کیوں نہ ملے ان کو تنخواہیں؟ جو لوگ اس پر اعتراض کر رہے ہیں، میری طرف سے یہ سوال ہے کہ وہ بتائیں کہ اعتراض کی وجہ کیا ہے؟ اگر ان کے اعتراض کی کوئی solid reason ہے تو بالکل ہم اس پر بات بھی کر سکتے ہیں۔ اگر صرف بحث برائے بحث یا اعتراض برائے اعتراض کرنے کی بات ہے تو میں معذرت چاہتا ہوں کہ یہ ہماری قوم کی ایک سوچ کی عکاسی ہے کہ ہماری قوم کس قدر پستی کے level تک پہنچ چکی ہے۔ ہم ملازمین ہیں، اس ملک کو چلانے کے لیے جو ملازمین ہیں ان کی تنخواہوں میں اضافے پر کوئی اعتراض ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ ان کی تنخواہوں کم از کم 75% ,70% بلکہ 100% اضافہ ہونا چاہیے۔ آپ مہنگائی کو دیکھیں کہ

مہنگائی کس سطح پر جا رہی ہے۔ آپ ان کی تنخواہوں کو دیکھیں کہ اس کا بوجھ کتنا بڑھ رہا ہے۔ آپ pension کو دیکھ لیں کہ پنشن والے لوگ جو تنخواہ لے رہے ہیں ان سے بھی زیادہ مظلوم ہیں۔ ان بچاروں کو تو کوئی کام کرنے کا موقع بھی نہیں ملتا۔ ان کے پاس اس وقت وہ صلاحیت بھی نہیں ہے کہ وہ مارکیٹ میں جا کر باہر جا کر کوئی کام دھندہ کریں کوئی کمائی کا ذریعہ لیں۔ آپ ان کی پنشن کو صرف 5% بڑھا رہے ہیں۔ یہ تو آپ ان کے ساتھ اور زیادتی کر رہے ہیں۔ آپ نے تنخواہیں اور pension کی جو آپ نے percentage دی ہے اس percentage سے تو یہ لگتا ہے کہ آپ ان لوگوں کو غلط راستے کی طرف، ان لوگوں کو رشوت لینے کی طرف، ان لوگوں کو بدعنوانی کرنے کی طرف راغب کر رہے ہیں۔

آپ نے agriculture کے لیے اس بجٹ میں کیا رکھا ہے؟ آپ نے education کے لیے اس بجٹ میں کیا رکھا ہے؟ آپ نے health کے لیے اس بجٹ میں کیا رکھا ہے؟ آپ نے اس بجٹ میں communication کے لیے کیا رکھا ہے؟ آپ نے پانی کے لیے جو کہ ہماری lifeline ہے آنے والے وقت میں پانی پر جو مسائل ہوں گے اس کے لیے کیا پلان کیا ہے؟ اس کے لیے آپ نے کیا پیسا دیا ہے؟ ملک چلانے کے لیے دو تین چیزیں اہم ہوتی ہیں جس میں سے ایک ہمارا road system, communication system ہمارا پانی کا نظام، ہمارا agriculture system کا نظام اس بجٹ میں تو مجھے ایسا کچھ نظر نہیں آ رہا۔ جیسا کہ بار بار ہم یہ بات کر رہے ہیں، میں یہ بات بار بار اس لیے کروں گا کہ سکھر حیدرآباد موٹروے کے 15 ارب روپے، کیا یہ مذاق ہے؟ یا صرف بہلانے والے بات ہے۔ اگر آپ نے کام کرنا ہے تو بے شک ہمیں بتائیں کہ ہم نے کام کرنا ہے۔ اگر نہ کرنے والی بات ہے تو اس طرح کم از کم تذلیل نہ کیجیے۔ کسی صوبے کی، کسی ادارے کی اس طرح تذلیل نہ کیجیے جس طرح یہ کی گئی ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: مندوخیل صاحب please, wind-up کر دیں۔

سینیٹر بلال احمد خان: جناب! یہ اتنا بڑا بجٹ ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: 11 منٹ آپ لے چکے ہیں۔

سینیٹر بلال احمد خان: جناب! مہربانی فرما کر آج کم از کم تھوڑا سا time دے دیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ایک آدھا منٹ اور لے لیں بس۔

سینیٹر بلال احمد خان: جناب! اتنا بڑا ملک ہے یا تو پھر یہ کہ 18ویں ترمیم کو وفاق تسلیم کر لیں۔ جو ادارے صوبوں کو دیے گئے ہیں وہ صوبے ان اداروں کو سنبھالیں۔ education, health infrastructure وغیرہ سے ہاتھ اُٹھالیں بجٹ بھی relax ہو جائے گا۔ ان پر وفاق کا اعتراضات بھی کم ہو جائیں گے اور ہم یہ باتیں بھی نہیں کریں گے۔ جو باتیں ہم کر رہے وہ باتیں ہم نہیں کریں گے۔ اگر وفاق ان کو اختیارات بھی نہیں دے رہا اور بجٹ بھی پورا نہیں کر رہا اور ہم پارلیمنٹ میں کھڑے ہو کر اس کے متعلق بات بھی نہیں کر سکے اور ہمیں موقع بھی نہ دیا جائے، تو پھر اس ملک کو چلانا بڑا مشکل ہو جائے گا۔ سسٹم کو اس طرح لے کر چلنا بڑا مشکل ہو جائے گا۔

میں بلوچستان کی بات کر رہا ہوں، یہاں پر زیادہ تر لوگوں نے اپنے اپنے شہر اپنے اپنے علاقوں کی بات کی۔ میں نے بھی بلوچستان کی بات شروع کی میرا تعلق بلوچستان سے ہے، میں بلوچستان کی بات کروں گا۔ اس بجٹ میں مجھے بتائیں کہ بلوچستان کے لیے کیا رکھا گیا ہے؟ آپ نے بلوچستان کی معدنیات کے لیے کیا plan کیا ہے؟ آپ نے بلوچستان کی زراعت کے لیے کیا plan کیا ہے؟ آپ نے بلوچستان کے education system کے لیے کیا plan کیا ہے؟ آپ نے بلوچستان کی موٹرویز یا اس کی national highways کے لیے کیا plan کیا ہے؟ کراچی سے خضدار، خضدار سے کوئٹہ، کوئٹہ سے چمن، کوئٹہ سے ژوب، ژوب سے ڈی آئی خان تک کی روڈز کے لیے آپ نے کیا plan کیا ہے؟ آپ کو پتا ہے کہ وہاں سالانہ تقریباً 10 سے 15 ہزار لوگوں کی accidents میں جانیں چلی جاتی ہیں۔ ہم دہشت گردی کا تو بڑا رونا روتے ہیں کہ دہشت گردی میں ہماری ہزاروں جانیں ضائع ہو چکی ہیں۔ دہشت گردی میں ہمارا اتنا نقصان ہو چکا ہے۔ Road accident میں جو نقصان ہو رہا ہے کیا یہ انسان نہیں؟ کیا یہ خاندان نہیں؟ کیا یہ کسی کا باپ نہیں؟ یا کسی کا بیٹا نہیں۔ کسی کا شوہر نہیں، کسی کی ماں نہیں، یہ کسی کی بہن نہیں۔ یہ بھی تو انسان ہیں اسی ملک کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے کبھی بھی اس کو focus نہیں کیا۔

پچھلی پی ڈی ایم کی حکومت سے لے کر آج تک میں صرف کوئٹہ کراچی، حب روڈ کے بارے میں اعلانات ہی سن رہا ہوں۔ صرف اعلانات پر ہی گزارا ہو رہا ہے جس طرح Sukkur-Hyderabad motorway کے اعلانات ہیں اور اس پر اونٹ کے منہ میں زیرہ کے برابر، شاید زیرے کا آدھا حصہ ہو پورا زیرہ بھی نہ ہو 15 ارب روپے تو زیرے سے بھی کم ہے۔ آپ یہی

اعلانات ہمارے ساتھ بھی کر رہے ہیں۔ آپ یہی اعلانات سندھ کے ساتھ بھی کر رہے ہیں۔ آپ یہی اعلانات خیبر پختونخوا کے ساتھ بھی کر رہے ہیں۔ کیوں ایسا کر رہے ہیں؟ کیوں اس طرح سے آپ اس سسٹم کو لے کر چل رہے ہیں؟ اگر اس سسٹم کو اسی طرح لے کر چلنا ہے تو پھر میرا نہیں خیال کہ یہ بجٹ کامیاب ہو گا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: دیکھیں 13 منٹ ہو گئے ہیں اور باقی لوگوں نے بولنا ہے۔

سینیٹر بلال احمد خان: جناب! 13 منٹ پر ہی ملک کے معاملات۔۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: نہیں وہ سارے ملک کے معاملات سے سب کو دلچسپی ہے نا۔ آپ کے علاوہ بھی۔

سینیٹر بلال احمد خان: جناب! پانچ منٹ دے دیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: نہیں پانچ منٹ نہیں ہو سکتے۔ میں floor دینے والا ہوں سینیٹر اسد قاسم صاحب کو آپ اس کو please, wind-up کریں۔

سینیٹر بلال احمد خان: جناب! میں conclude کر رہا ہوں۔ NFC 2010 میں آخری بار ہوئی تھی جب ہماری حکومت تھی۔ اس کے بعد سے آج تک NFC دوبارہ بلائی نہیں گئی۔ کیوں؟ کیا وجوہات ہیں؟ اگر NFC کی میٹنگ بلائی جاتی تو آج کا یہ بجٹ جس پر میں اعتراضات کر رہا ہوں میرے جیسے اور باقی colleagues اعتراض کر رہے ہیں تو اعتراض کرنے کا موقع نہ ملتا۔ NFC میں کم از کم صوبوں کو اس کا proper حصہ ملتا۔ ان کی جو آمدنی تھی وہ انہیں ملتی۔ صوبے اپنے ذرائع آمدن سے خرچ کرتے۔ لیکن ہم NFC میں آج تک یہ فیصلہ نہیں کر پا رہے ہیں کہ NFC کیوں نہیں ہو رہی؟ اس کے ساتھ غریبوں پر carbon tax لگا دیا گیا ہے۔ کل پٹرول مہنگا کر دیا گیا، اب carbon tax میں گاڑی استعمال کروں نہ کروں، میں ٹیکسی استعمال کروں، میں بس میں جاؤں، میں ٹرین میں جاؤں، یا میں ہوائی جہاز میں جاؤں، میں نے 2 روپے 50 پیسے فی لیٹر carbon tax دینے ہیں۔ کس چیز کا؟ کیوں؟ کیا اس کا impact غریب لوگوں پر نہیں آئے گا؟ کیا یہ جو ہماری ترسیلات گاڑیوں کے ذریعے ایک شہر سے دوسرے شہر تک کھانے پینے کی اشیا پہنچتی ہیں اس پر جب آپ ڈھائی روپے فی لیٹر carbon tax کی مد میں ڈالیں گے تو کیا یہ چیزیں مہنگی نہیں ہوں گی؟ آپ نے petrol levies بڑھا دی ہیں اس levies کی وجہ سے جب کرائے بڑھیں

گے تو کیا اس کے اثرات غریب عوام پر نہیں آئیں گے ؟ آپ کہتے ہیں کہ غریب عوام کے لیے relief دیا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ غریب عوام کی تنخواہیں بڑھائی ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ غریب عوام کے لیے pension بڑھائی ہیں۔ آپ نے GST 18% لگا دیا ہے۔ آپ نے گاڑیوں پر بھی GST 18% لگا دیا ہے۔ آپ نے solar پر۔۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر اسد قاسم صاحب۔

Senator Asad Qasim

سینیٹر اسد قاسم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ، جناب چیئرمین! سینیٹر بلال صاحب ان شاءاللہ آپ کی باتوں کو آگے لے کر چلیں گے۔ جناب چیئرمین، میرا تعلق بلوچستان سے ہے، یہ وہ خطہ ہے جس کے ساحل سے 60% of Pakistani GDP کو support ہوتی ہے چاہے directly ہو یا indirectly ہو۔ چاہے وہ border trade سے ہو، چاہے وہ agriculture سے ہو، چاہے وہ mines and minerals سے ہو، چاہے وہ port سے ہو۔

جناب چیئرمین! اس صوبے کے 60% سے زائد اضلاع میں ابھی تک پینے کا صاف پانی نہیں ہے۔ سکول، سڑکیں اور ہسپتال کا تو آپ چھوڑ دیں۔ اس سال ہماری وفاقی حکومت نے PSDP میں جو funds رکھے ہیں اس میں محض 8 to 10% بلوچستان کو allot ہوا ہے جو کہ سراسر صوبے کے ساتھ ناانصافی ہے۔ بلوچستان اور اس کے لوگوں کے مسائل وہ ہر stage اور ہر forum پر ہمارے ساتھی colleagues یہاں پر پہنچاتے رہتے ہیں لیکن اس سال کے بجٹ میں بلوچستان کے ساتھ جو ناانصافیاں ہوئی ہیں، جو ناانصافی ہو رہی ہے وہ کسی عام انسان کے بس سے باہر ہے۔

جناب چیئرمین! ہمارے پاس ایک روڈ N-25 ہے جسے ہم سب خونی روڈ کہتے ہیں جس کے بارے میں ابھی سینیٹر بلال بھی بات کر رہے تھے۔ ہر سال اس روڈ پر دس ہزار جانیں جاتی ہیں، ہر سال اس روڈ کے لیے بجٹ رکھا جاتا ہے، ہر سال اس روڈ کے لیے funds allot کیے جاتے ہیں لیکن ہر سال اس روڈ پر بچوں کی، ماؤں کی، بہنوں کی اور ان کے بھائیوں کی جانیں جاتی ہیں اور ہر سال اس پر کوئی کام نہیں ہوتا۔

جناب چیئرمین! اس سال ہم نے FBR reforms پورے ملک میں دیکھے ہیں، بلوچستان کے حوالے سے ہمیں تو یہ سمجھ نہیں آتی کہ اس میں ایک point of sale system رکھا گیا ہے کہ ہر دکان پر ایک POS مشین ہو گی جو electronically internet سے connect ہو کر چلے گی۔ جناب ہمارے صوبے میں internet تو کیا بجلی ہی نہیں ہے تو یہ POS system کیسے ہم پر implement ہوگا؟ کس طرح سے FBR ہم پر یہ system implement کرے گا؟ جہاں پر internet تو دور کی بات بجلی نہیں ہے۔ ہم نے انڈیا کی فلموں میں دیکھا ہوتا تھا کہ انکم ٹیکس کا افسر آتا تھا اور لوگ بھاگتے تھے اور اپنے پیسے اِدھر اُدھر چھپاتے تھے، یہ اب ہم اپنے بجٹ میں دیکھ رہے ہیں۔ جناب چیئرمین، یہ tax collection agency ہے، یہ کوئی سیکورٹی ادارہ نہیں ہے کہ آپ اسے اتنے powers دے دیں گے کہ کسی کو بھی شک کی بنیاد پر اٹھالے۔

جناب چیئرمین! ہمارے صوبے میں بجلی کا تو concept ہی نہیں ہے اور اگر ہے تو وہاں پر 48 گھنٹے کی لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے، اس لیے وہاں پر کاشت کار اور کسان اپنی چیزیں بیچ کر، بکریاں، زیور، اپنے کپڑے بیچ کر سولر خریدنے جاتا ہے۔ وہ سولر خرید کر اپنی کاشت کاری کرتے ہیں، اس پر انہیں ہر سال صوبے میں ٹیکس بھرنے پڑتے ہیں، اس سال بجٹ میں ان پر 18% tax impose کر دیا گیا ہے۔ اب آپ یہ بتائیں کہ وہ غریب کسان کیسے اس 18% کو برداشت کرے گا جب کہ 18% اس کی income نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! بلوچستان کے لوگوں نے ہر جگہ، ہر forum پر بہت دکھ سہے ہیں، ہماری حکومت ہر forum پر ان کے لیے آتی ہے، ان کے لیے rebates دیتی ہے، ان کے لیے اچھے packages بنا کر دیئے جاتے ہیں لیکن وہاں کی سڑکوں پر جو عوام ہے ان کے آج border trade بند ہوئے ہوئے ہیں اور لوگ وہاں پر خون کے آنسو رو رہے ہیں۔ اوپر سے ہم نے ان کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے لیے یہ بجٹ پیش کر دیا ہے۔

جناب چیئرمین! میں زیادہ وقت نہیں لوں گا، میری کچھ recommendations ہیں اگر حکومت نے یہ چیزیں کرنی ہیں تو کچھ ہمارے صوبے میں mega projects ہیں جیسے

گوادر ہو گیا، N-25 کے بجٹ ہو گئے اس میں بلوچستان کے نوجوانوں کو روزگار مہیا کیا جائے، ان کی نوکریاں بڑھائی جائیں، لوکل لوگوں کو زیادہ adjust کریں۔

دوسرا بلوچستان میں اضافی ٹیکس کا concept ہی نہیں پیدا ہوتا ہے کیونکہ وہاں کا معاشی ڈھانچہ ہی ایسا نہیں ہے جو کراچی اور لاہور جیسا ہو کہ آپ وہاں پر یہ taxes impose کر دیں۔ نہ وہاں بجلی ہے، نہ وہاں پر internet کی سہولت ہے کہ آپ یہ چیزیں وہاں impose کر سکیں گے، so I will suggest کہ فی الحال بلوچستان کو اس سے exempt رکھیں اور جہاں جہاں یہ چیزیں available ہیں وہاں یہ چیزیں implement کریں۔ بلوچستان اپنا حق مانگتا ہے، وہ جنگ نہیں مانگتا۔ ہم سب برابری کے قائل ہیں، ہم اپنی برابری کے حقوق مانگنا چاہتے ہیں۔ بلوچستان پاکستان کا دل ہے، اگر دل کی دھڑکن کمزور ہوتی ہے تو پورا جسم کمزور پڑ جاتا ہے۔ پاکستان زندہ باد۔ بہت شکریہ جناب۔

Mr. Presiding Officer: Thank you very much, you are so precise, just targeted. Senator Abdul Shakoor Khan *Sahib.*

Senator Abdul Shakoor Khan

سینیٹر عبدالشکور خان: بڑی مہربانی جناب چیئرمین! اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ۔ بِسمِ اللّٰہ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمُ۔ (عربی) جناب چیئرمین! یہاں کا ماحول دیکھ کر سب سے پہلے ایک confusion میرے دماغ میں ہے جسے میں دور کرنا چاہتا ہوں، میں پہلی مرتبہ سینیٹ میں آیا ہوں، میرا دوسرا سال اور دوسرا بجٹ چل رہا ہے۔ جب میں سینیٹ میں آیا تو میری عادت ہے کہ میں یہاں گیارہ بجے پہنچ جاتا ہوں، پہلے آتا ہوں اور بالکل آخر میں جاتا ہوں۔ جناب چیئرمین، جو بات میں کرنے لگا ہوں اس پر آپ کی توجہ درکار ہے، confusion یہ ہے کہ جب مجھے تنخواہ ملتی ہے تو میں اپنے آپ کو employee سمجھتا ہوں۔ ظاہر سی بات ہے مجھے جب تنخواہ ملتی ہے تو میں اپنے آپ کو employee سمجھتا ہوں لیکن یہاں پر لوگوں کا برتاؤ دیکھ کر، جیساکہ میں ایوان میں دیکھ رہا ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ شاید میں غلط ہوں میں employee نہیں ہوں، میں بادشاہ یا کم از کم شہزادہ ہوں کیونکہ شہزادے اور بادشاہ اپنی طبیعت سے آتے ہیں اور پھر جاتے ہیں۔ یہاں پر آپ دیکھ رہے ہیں کہ بہت ہی کم لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، اس کا مطلب ہے کہ ہم employee نہیں بلکہ بادشاہ

ہیں تو کم از کم ہمیں اپنی تنخواہ چھوڑ دینی چاہیے۔ اگر ہم اپنے آپ کو بادشاہ یا شہزادہ سمجھتے ہیں تو تنخواہ چھوڑ کر جب آپ کی طبیعت ہو تو آپ بیٹھ جائیں اور جب طبیعت نہ ہو تو چلے جائیں لیکن میں اپنے آپ کو employee سمجھتا ہوں کیونکہ میں تنخواہ لیتا ہوں اور میں تنخواہ چھوڑنے کو تیار نہیں ہوں۔

دوسرا میرے کچھ دوست یہاں بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے میرے ایک دوست یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ ان کی جماعت کے ہیں۔ میں ان سے ایک گزارش کرنا چاہتا تھا کہ انہوں نے حکومت کا مذاق اڑانے کے لیے قرآنی آیات کا حوالہ دیا، انہوں نے "وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ" کہا۔ میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ حکومت کا مذاق اڑاتے ہوئے یا تنقید کرتے ہوئے کم از کم مذاق کی حد تک آپ قرآنی آیات کا حوالہ نہ دیں، ہمارے ملک میں کئی اور حوالے ہیں، جب زبان دراز ہو اور چلتی ہو تو قرآنی آیات کا حوالہ نہیں دینا چاہیے، میرے دوست نے حکومت کا مذاق اڑایا اور قرآنی آیات کا حوالہ دیا اور بھی آیات اس بارے میں انہوں نے سنائیں۔

جناب چیئرمین! بجٹ اجلاس چل رہا ہے، جب انہوں نے ایک اعتراض کیا کہ ڈالر 160روپے سے آگے کیسے گیا تو جناب 2016 میں کیا ہوا، 2018 میں کیا ہوا، 2018 سے 2022 تک معیشت کی کیا درگت بنی، کیا یہ بہت پرانی اور تاریخ کی بات ہے، کیا ہم نے یہ کسی کتابوں میں پڑھی ہے۔نہ تو کتابوں میں پڑھی ہے اور نہ ہی یہ بہت پرانی بات ہے، 2016 میں کیا ہو، 2018 میں کیسے الیکشن ہوئے، 2018 سے 2022 تک ملک کی کیا درگت بنی، یہ سارا کچھ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس لیے ہمیں زیادہ اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ بجٹ اجلاس میں ہمیں یہ چیز مدنظر رکھنی چاہیے کہ ملک کی حالت کیا ہے۔ ایک چیز جو مجھے لگ رہی ہے اور میری جماعت کی پالیسی چاہے کچھ بھی ہو، یہ میری ذاتی رائے ہے اور ایک سینیٹر کی حیثیت سے دیکھتا ہوں کہ کم از کم ابھی حالت تھوڑی سنبھل رہی ہے، جیسا کہ میں ملک کو دیکھ رہا ہوں، قیمتوں کو بھی دیکھ رہا ہوں، ملکی حالت بھی دیکھ رہا ہوں، دہشت گردی کا مسئلہ بالکل ہے۔

جناب چیئرمین! بجٹ کا اجلاس ہے تو بجٹ کے حوالے سے میری کچھ گزارشات ہیں، میں اس میں زیادہ expert نہیں ہوں لیکن میری کچھ گزارشات ایسی ہیں کہ جب فاٹا کے اضلاع merge ہو رہے تھے تو ان کے لیے 100ارب روپے سالانہ funds کہے تھے لیکن ابھی سننے

میں آ رہا ہے کہ وہ 100 ارب روپے ابھی تک انہیں نہیں ملے ہیں، وہ 800 سے 900 ارب تک پہنچنے چاہیے تھے وہ ابھی تک نہیں ملے ہیں، میری گزارش ہو گی کہ فاٹا کے حال پر رحم کیا جائے وہ جنگ زدہ علاقہ ہے اور اسے اپنی رقم دی جائے۔

دوسری میری suggestion بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے حوالے سے ہے، میں Poverty Alleviation Committee کا رکن بھی ہوں، مجھے آج تک یہ بات سمجھ نہیں آئی اور جو میں سمجھا ہوں کہ یہ ملک اور عوام کو بھکاری بنانے کا طریقہ ہے۔ خواتین اور مرد کھڑے ہوتے ہیں، انہیں دس، پندرہ اور بیس ہزار روپے ملتے ہیں اور آپ یقین کریں کے انہوں نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں پندرہ ہزار روپے مل رہے ہیں تو اس سے ہمارا گزارہ ہو رہا ہے۔ میرے خیال سے اس کو ختم کرکے technical اداروں پر خرچ کریں۔ آپ لوگوں کو پیسے دیں۔ پانچ لاکھ دیں، دس لاکھ دیں تاکہ وہ اپنا کاروبار شروع کر سکیں۔ ایک system بنا کر دیں بجائے اس کے کہ دس ہزار روپے، پندرہ ہزار روپے ان کو دیں تو وہ ان کو نہ دیں۔ انہوں نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔

دوسرا solar panel پر tax لگانا یہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ Solar panels پر کون خرچ کرتا ہے، بجلی آپ کے پاس ہے نہیں یا تو اتنی مہنگی ہے۔ میرے اپنے گھر جو گھر مجھے حکومت نے Parliament Lodges میں دیا ہے اس کا 70000 to 80000 روپے بل آتا ہے۔ اس میں تین AC لگے ہوئے ہیں 80 ,70 ہزار روپے بل آتا ہے، میرے اپنے گھر کا پچاس ہزار روپے بل آتا ہے۔ ان حالات میں آپ solar کو بند کرکے یا مہنگا کرکے کیا پیغام دے رہے ہیں، ایسا کون کرتا ہے، کون خرچ کرتا ہے، کون solar لگاتا ہے۔ یہ غریب عوام لگاتی ہے، یہ چیز بھی میری سمجھ نہ آنے والی بات ہے کہ solar پر آپ نے tax کیسے لگا دیا ہے۔ ویسے میں نے اپنی application submit کرا دی ہے جہاں پر recommendation دیتے ہیں وہاں recommendation submit کرا دی ہے۔ Solar panels پر tax ختم کر دیا جائے۔

دوسری بات میں Higher Education Commission کے حوالے سے کرنا چاہوں گا۔ میرے ایک دوست نے بھی ذکر کیا ان کا نام میں بھول رہا ہوں۔ HEC کے

Higher Education Commission۔ message ہے۔ funds ختم کرنا بہت غلط funds increase کرنے چاہییں اگر بڑھنے کی صلاحیت نہ ہو تو کم از کم اتنا تو ہونا چاہیے۔ Higher Education Commission کا fund برابر ہونا چاہیے۔

میں دو مسائل پر بات کرنا چاہوں گا جو کہ budget سے ہٹ کر ہیں۔ میرے دو مسائل امن و امان کے حوالے سے ہیں۔ ایک KP میں واقعہ ہوا ہے اور ایک بلوچستان میں واقعہ ہوا ہے۔ جناب پریذائیڈنگ آفیسر! کل چیئرمین صاحب نے آپ کو خصوصی ہدایت بھی دی تھی کہ آپ اس پر کام کریں۔ مولانا فضل الرحمان صاحب کے بیٹے اپنے علاقے ڈیرہ اسماعیل خان سے موٹروے سے آرہے تھے کوئی پچاس کے قریب لوگ دو گھنٹے موٹروے پر کھڑے رہے ہیں۔ میں یہ سوچنے سے قاصر ہوں کہ پچاس کے قریب لوگ، مختلف گاڑیوں میں آکر موٹروے کو block کر کے لوگوں کو check کر رہے ہیں اور اس کے 1 KM کے فاصلے پر آپ کے Army units بھی ہیں، ایف سی اور پولیس کے بھی ہیں۔ یہ ساری units موجود ہیں اور پچاس کے قریب لوگ آجاتے ہیں اور موٹروے کو block کر دیتے ہیں۔ یہ سوچنے والی بات ہے کہ خدانخواستہ اگر مولانا صاحب کے بیٹے کے ساتھ کوئی واقعہ پیش ہو جاتا، اس کو لے جانے کی کوشش کی تھی لیکن اس کے اپنے کچھ guards تھے جن کی وجہ سے نہیں لے کر جاسکے۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہو جاتا تو ان کو روکنے کی کوشش کریں اور Interior Ministry کو instruction دیں کہ اس چیز پر کم از کم کام کریں اور جہاں تک ابھی میری معلومات ہیں مولانا صاحب کے گھر کے ساتھ Interior Ministry کا ابھی تک کوئی رابطہ نہیں ہوا۔ وہ ہمارے اتنے بڑے لیڈر ہیں اور ان کے بیٹے کے ساتھ اگر ایسا کوئی واقعہ ہوتا ہے اور ایک لیڈر کو ایک طرف کر دیں۔ پچاس کے قریب لوگ آکر موٹروے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور مختلف گاڑیوں کو چیک کرتے ہیں تو یہ ایک سوالیہ نشان ہے۔ یہ میں کسی دور دراز کی پہاڑی کی بات نہیں کر رہا ہوں میں یہ موٹروے کی بات کر رہا ہوں تو اس پر kindly ان کو ایک instruction مل جائے۔

دوسرا واقعہ ہمارے بلوچستان میں ہوا، یہ 31^{st} May کو ہوا ہے۔ 31^{st} May کو لوگ آتے ہیں پہلے firing کرتے ہیں پھر bomb blast کرتے ہیں۔ اس میں ہمارے دو جوان Sardar Abdul Salam Khan Bazai and Sardar Abdul Nafi

Khan Bazai. ان پر bomb blast کرتے ہیں، واقعہ کیا ہے، bomb blast ہوا کیوں ہے؟ ایک تو عام بم دھماکے ہوتے ہیں، ٹھیک ہے دہشت گردی ہے بم دھماکے ہو رہے ہیں اس میں تو زیادہ سوچنے کی بات نہیں ہے۔ ان سے بھتا مانگا گیا تھا ان کی اپنی coal mines تھیں، ان کی اپنی زمین ہے، اپنی آبائی زمینوں پر انہوں نے کوئلے کی کانیں بنائی تھیں۔ ان سے بھتا مانگا گیا تھا کہ آپ ہمیں بھتا دیں اور بھتا نہ دینے پر ان پر دھماکہ کیا گیا ہے۔ Kindly اس پر بھی تھوڑا سا غور کریں، اس پر instruction دے کر Interior Ministry کے پاس بھیجیں۔ بھتا مانگنے کا پورے صوبے میں رواج شروع ہو گیا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر! پہلے یہ ہوتا تھا کہ پولیس یا قانون نافذ کرنے والے ادارے روڈ پر بیٹھتے تھے وہ بھتا لیتے تھے، کسی بھی گاڑی سے، کسی بھی smuggling والی گاڑی سے وہ بھتا لیتے تھے۔ اب یہ ہوا ہے کہ عام لوگوں نے، عام لوگ جس میں کوئی خان ہے، کوئی نواب ہے، کوئی بدمعاش ہے، انہوں نے بھتا مانگنا شروع کر دیا ہے۔ یہ State کی بہت بڑی کمزوری ہے اگر ایسے لوگ بھتا مانگ رہے ہیں اور پھر وہ بھتا banks میں جمع کرتے ہیں۔ ایک عجیب سی بات چل پڑی ہے کہ banks میں جمع کرتے ہیں تو kindly ان دو چیزوں پر ایک ڈیرہ اسماعیل خان کے واقعہ پر اور ایک کوئٹہ کے واقعہ پر جو ہمارے سردار صاحبان پر دھماکہ ہوا ہے۔ ان کو معلوم ہے کہ بھتا کون لیتا ہے۔ یہ دو instructions آپ کی طرف سے Interior Ministry کو چلی جائیں۔ بہت شکریہ۔

Mr. Presiding Officer: Senator Khalida Ateeb.

Senator Khalida Ateeb

سینیٹر خالدہ اطیب: جناب پریذائیڈنگ آفیسر! آپ نے مجھے ایک انتہائی حساس اور اہم موضوع پر بولنے کا موقع فراہم کیا۔ میں تو ابھی یہاں سے مایوس ہو کر جا رہی تھی کہ خالی کرسیوں سے مخاطب ہونا دیواروں سے ٹکرانا ہے۔ کیونکہ ہم یہاں پر ممبران سے بات کرنے آتے ہیں اور ہم لوگوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جو ہمارے ساتھی ہیں کہ budget میں کیا ہوا لیکن ان خالی کرسیوں سے مخاطب ہونا ایسا ہے جیسے ہم دیواروں سے سر ٹکرا رہے ہیں۔ آپ ایسے کوئی اصول بنائیں اور یہ binding کیا جائے کہ یہاں پر ان لوگوں کی موجودگی بہت ضروری ہے۔ جیسے ابھی میرے بھائی

نے کہا کہ ہم یہاں بیٹھنے کے، یہاں بولنے کے پیسے لیتے ہیں، بات پیسوں کی نہیں ہو رہی، بات اصولوں کی ہو رہی ہے کہ ایسے اصول مرتب کیے جائیں کہ میں یہاں اگر budget پر بات کرنا چاہ رہی ہوں تو میں Chair سے بات کر رہی ہوں۔

میرے colleagues یہاں سے میرا خیال ہے کہ کوئی lunch arrange ہوا ہے، ایک تو اس پر بھی پابندی لگانی چاہیے کہ during session کوئی دوسری activity نہ ہو۔ جب بہت ساری meetings بلا لی جاتی ہیں لوگ session میں نہیں آتے اور meetings میں چلے جاتے ہیں۔ Lunch arrange ہو جاتے ہیں، مختلف activities arrange ہو جاتی ہیں تو جب session چل رہا ہو تو میرے خیال سے ایسی چیزوں پر پابندی لگنی چاہیے۔ شکریہ۔

Budget 2025-26 ابھی پیش کیا گیا میں نے جو بھی اس کتاب سے پڑھا جو ہمارے وزیر خزانہ صاحب کی تقریر ہے اس سے میں نے کئی نتائج اخذ کیے۔ اس سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ budget بناتے وقت، ہم ہر سال ایک budget بنا لیتے ہیں کیونکہ budget بنانا ضروری ہے۔ کسی بھی ملک کو چلانے کے لیے اس میں مختلف رقومات، مختلف چیزوں کی planning کی جاتی ہے لیکن ہم پچھلے budget سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے کہ ہم نے پچھلے budget میں جو چیزیں بتائی تھیں کہ ہم یہ کام کریں گے، ہم یہ کام کریں گے، وہ کام ہوئے یا نہیں۔ میری گزارش ہے کہ نئے آنے والے budget کو بنانے سے پہلے ہمیں گزشتہ budget کا audit کرانا چاہیے کہ رقم جس مد کے لیے مختص کی گئی تھی کیا وہ اس مد میں خرچ ہوئی، یہ بہت ضروری ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ میری تجاویز جو میں نے Finance Committee کو بھی اور Planning Commission کو بھی بھیجی ہیں اور Planning Committee کو بھی بھیجی ہیں اور میں نے یہ بتایا ہے کہ انہیں اگر budget کا حصہ بنایا جائے۔ یہ میں نے budget بننے سے بہت پہلے بھیجی تھیں اور مجھے یہ کہہ کر واپس کر دی گئی تھیں کہ budget بننے کے بعد آپ تجاویز دیجیے گا۔ دیکھیں جو چیز آپ نے بنا لی اس کے بعد تجاویز دینا، میرا خیال ہے ابھی یہ recommendations لکھا ہوا آ رہا ہے کہ .Budget Recommendations ہم

جو recommendations ابھی یہاں پر دے رہے ہیں وہ کیا budget کا حصہ بنیں گی؟ میرا خیال یہ ہے کہ budget بن چکا ہے اور اس پر implementations بھی ہونے لگیں گی۔ ہماری recommendations جائیں گی لیکن وہ آٹے میں نمک کے برابر اس میں شامل کی جائیں گی۔ یہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔

نتائج پر مبنی budget سازی، budget کی رقم کا تعلق صرف اخراجات سے نہ ہو بلکہ اس سے حاصل ہونے والے نتائج سے بھی ہو۔ جیسے کہ ابھی میں نے آپ سے کہا کہ جب رقم کوئی مختص کرتے ہیں کسی کام کے لیے تو اس کے لیے ضرور ہے کہ ہم اس کے نتائج کو بھی اس میں شامل کریں کہ جب ہم یہ رقم خرچ کریں گے تو اس سے ہمیں یہ نتیجہ حاصل ہو گا۔ اس کے ساتھ ساتھ میں کراچی کے حوالے سے بات کروں گی کہ کراچی پاکستان کو پالنے والا شہر ہے۔ سب سے زیادہ revenue generate کرتا ہے اور جب ہم اسلام آباد کی پر فضا فضاؤں میں سانس لیتے ہیں تو میں وہ مثال نہیں دینا چاہوں گا۔ ایک بہت پرانی مثال ہے کہ کہا گیا تھا کہ مجھے یہاں کی فضاؤں سے کس چیز کی خوشبو آتی ہے تو مجھے اسلام آباد کی فضاؤں میں کراچی کی خوشبو آتی ہے اور وہ کراچی جو اتنی بڑی تعداد میں funds generate کر کے وفاق کو دیتا ہے۔ اسے ترقیاتی fund میں یعنی NFC award میں کتنا دیا جاتا ہے۔ ہمارے لیے بہت alarming ہے اور میں یہ نہیں کہتی کہ جو جتنا پیسہ دے رہا ہے تو آپ اس کو ترقیاتی fund بھی اتنے ہی دیں۔ ہمیں equality کی بنیاد پر یہ سارے کام کرنے چاہیے، کراچی Urban Infrastructure fund قائم کیا جائے کیونکہ جو کراچی کے شہری علاقے ہیں اور ان علاقوں میں آپ یہ دیکھئے جو کراچی، حیدرآباد، میرپور خاص اور سکھر یہ بڑی تعداد میں ہیں۔ یعنی جب ہم سندھ کی بات کرتے ہیں تو سندھ کو 95% فنڈز صرف کراچی کا ایک علاقہ جو ہمارا جوڑیا بازار کہلاتا ہے وہ صرف ادا کرتا ہے۔ تو ہم ان چیزوں کو ترقیاتی بجٹ میں شامل کیوں نہیں کرتے۔ دیکھیں میں نے آئین کے Article 104A میں Amendment Bill اسی ہاؤس میں introduce کروایا تھا جو فنانس کمیٹی میں گیا لیکن اس پر، میرے خیال ہے ہم جب تک اپنی آنکھوں سے تعصب کی عینک نہیں اتاریں گے، تب تک ہم کوئی بھی نتیجہ حاصل نہیں کر سکتے۔ میں نے 104A میں یہ بات کہی تھی کہ اس میں جتنے بھی ہمارے چاروں صوبے ہیں برابری کے بنیاد پر وہاں لوکل گورنمنٹ کا نظام قائم کیا جائے۔ بلوچستان میں لوکل

گورنمنٹ ہے ہی نہیں۔ میں خالی کرسیوں سے مخاطب ہوں۔ یہ میرے دو بھائی یہاں پر بیٹھے ہیں جن کی طرف منہ کرکے میں یہ بات کر رہی ہوں۔ لیکن میں پھر یہ بات دہراؤں گی کہ ہمیں چاروں صوبوں میں لوکل گورنمنٹ کا نظام قائم کرنا چاہیے تاکہ نچلی سطح پر اختیارات کو منتقل کیا جاسکے۔ ہم کبھی بھی یہاں پر آکر کراچی کی بات کرتے ہیں یا اربن سندھ کی بات کرتے ہیں یا ہم کسی بھی حوالے سے اپنے علاقے کی بات کرتے ہیں تو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ devolved matter ہے۔ اگر اٹھارویں ترمیم میں یہ devolved matter ہے تو پھر وفاق کو پورے طور پر اٹھارھویں ترمیم کو implement کرنا چاہیے کہ جو چیزیں وفاق سے صوبوں کو منتقل ہوئیں ہیں صوبہ نچلی سطح پر اسے منتقل کریں لیکن بد قسمتی سے ایسا نہیں ہو رہا۔ بار بار کے توجہ دلانے پر بھی یہ چیز نہیں ہو رہی۔ آپ اس بات کو نوٹ کرلیں کہ کسی بھی چیز کے برداشت کی ایک حد ہوتی ہے۔ جب وہ حد سے گزر جاتی ہے تو پھر نتائج صحیح نہیں نکلتے۔ تو ہمیں اس وقت سے ڈرنا چاہیے کہ جب لوگوں کے اندر جو ایک برداشت کی قوت ہے وہ ختم ہو جائے۔

اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہنا چاہوں گی کہ پانی کی فراہمی اور نکاسی آب کا نظام بہتر بنایا جائے۔ دیکھیں کراچی کے حوالے سے تو ایک بڑا مشہور جملہ ہماری پارٹی کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ صاف پانی آتا نہیں اور گندہ پانی جاتا نہیں۔ تو یہ کیوں ہو رہا ہے۔ یہ میں پھر وہی لوکل گورنمنٹ کی طرف آؤں گی کہ جب آپ اختیارات نہیں دیں گے۔ جب آپ یہ چیزیں نچلی سطح پر منتقل نہیں کریں گے۔ تو پھر لوگ شکایت لے کر کہاں جائیں گے۔ کیا صوبائی وزیر کے پاس جائیں گے۔ جبکہ اسی علاقے کا کونسلر اگلی پچھلی لائن میں رہ رہا ہوتا ہے اس تک پہنچنا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ اس تک بات پہنچانا زیادہ آسان ہوتا ہے، اس کے نتیجہ خیز معاملات ہمارے سامنے آسکتے ہیں۔ لیکن ہم ایسا نہیں کرتے۔ عوام کو سہولیات پہنچانے کی خاطر اس طرف توجہ دیں۔ ہم صرف بجٹ میں اربوں روپے کی بات کرتے ہیں۔ ہم نے تعلیم کے لیے اتنے پیسے رکھ دیئے۔ ہم نے صحت کے لیے اتنے رکھ دیئے۔ ہم نے نکاسی آب کے لیے اتنے پیسے رکھ دیئے۔ اب K-IV منصوبے کو آپ لے لیجئے۔ K-IV منصوبہ کتنے عرصے سے چل رہا ہے۔ ابھی بھی اس کے لیے جو رقم رکھی گئی ہے وہ آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ اگر اتنی ہی رقم رکھنی تھی تو یہ منصوبہ مزید دس پندرہ سال میں بھی پورا نہیں ہوگا۔ ہم رقم مخصوص کر کے یہ سوچتے ہیں کہ وہی کہ جس طرح شتر مرغ ریت میں گردن گھسا کر یہ بات کہتا ہے کہ شاید

طوفان ٹل جائے گا۔ طوفان گردن کو ریت میں گھسانے سے نہیں ٹلتے۔ طوفان آتے ہیں اور تباہی مچا کر چلے جاتے ہیں۔ ہمیں اس تباہی سے ڈرنا چاہیئے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ کہنا چاہوں گی کہ بجٹ میں جو رقم مختص کی جاتی ہے۔ ابھی میرے بھائیوں نے سولر پینل کے حوالے سے بات کی۔ ہم سہولیات پہنچانے سے زیادہ جو سہولیات ہوتی ہیں ان پر قدغن لگاتے ہیں۔ ہمیں اس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ سولر نے بہت سارے مسائل حل کر دیئے۔ لیکن ہم نے سولر پر بھی 18 فیصد ڈیوٹی لگا دی۔ میں سختی سے اس بات کی مخالفت کرتی ہوں کہ اس کو واپس لیا جائے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ recommendations جاتی ہیں اور ان پر عمل ہوتا ہے تو اس کو تو priority پر نوٹ کریں کیونکہ یہ عام آدمی کا مسئلہ ہے۔ لوگوں نے اپنے گھروں پر دو دو اور چار چار پلیٹیں لگا کر اس بل سے بچنا چاہا ہے۔ کراچی میں آج کل شدید گرمی پڑ رہی ہے تو اس میں لوگوں کے گھروں کا بل لاکھوں روپے میں آتا ہے۔ میرے ایک بھائی نے یہاں پر پارلیمنٹ لاجز کے بارے میں ذکر کیا کہ پارلیمنٹ لاجز کا بل اتنا اتنا آ رہا ہے تو سولر سسٹم سے بجائے اس کے کہ ہم فائدہ اٹھائیں اور ہم سولر کو promote کریں ہم اس پر بھی قدغن لگا رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ ہے کہ IMF کے حوالے سے میں بات کروں گی کہ یہ ہم نے ان کی recommendations یا ان کے ایجنڈے پر عمل کرتے ہوئے یہ بجٹ بنایا ہے کیونکہ ظاہر ہے وہ ہمیں پیسا دیتے ہیں اور جب کسی سے پیسا لیا جاتا ہے تو اس کی مرضی سے ہی یہ خرچ بھی کیا جاتا ہے۔ تو ہمیں بہت ساری چیزوں میں اپنی priorities کو بھی سامنے رکھنا چاہیے۔ ابھی میں نے لوکل گورنمنٹ کی بات آپ سے کی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں اب یہ چاہوں گی کہ ابھی میرے ایک بھائی نے جنوبی پنجاب صوبے کی بات کی ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: Windup بھی کر دیں کیونکہ گیارہ منٹ ہوئے ہیں۔

سینیٹر خالدہ اطیب: میں کر رہی ہوں اس لیے کہ میں بہت ساری چیزیں کرنا چاہ رہی تھی اور میں ابھی جا رہی ہوں فنانس کمیٹی میں اپنی recommendations دینا چاہتی ہوں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی، ضرور جائیں۔ وہ fruitful exercise ہے۔

سینیٹر خالدہ اطیب: وہاں جا کر میں زیادہ تفصیل سے بتاؤں گی لیکن پھر میں یہ بتا رہی ہوں کہ ابھی جنوبی پنجاب کے حوالے سے بات ہوئی۔ ہم صوبے بنانے سے کیوں ڈرتے ہیں۔ ہم کیوں

خوف زدہ ہیں صوبے بنانے سے۔ صوبے بننے سے چیزیں distribute ہوتی ہیں۔ انتظامات میں آسانیاں ہوتی ہیں۔ چیزوں میں بہتری آتی ہے۔ آپ جتنے بھی بڑے ملکوں میں یا ترقی یافتہ ملکوں میں دیکھیں وہاں صوبوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہے لیکن ہم چار صوبوں پر ہی اٹکے ہوئے اور ہم خوف زدہ ہیں کہ ہمارے ہاتھ سے اختیارات نکل جائیں گے۔ ہمارے ہاتھ سے پیسے نکل جائیں گے۔ ہمارے ہاتھ سے فنڈز نکل جائیں گے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اچھا جناب! بدقسمتی سے وفاق نے K-IV کے حوالے سے میں نے بات کر لی ساڑھے تین ارب روپے رکھے ہیں۔ ساڑھے تین ارب روپے، آپ سوچیئے اتنے بڑے منصوبے کے لیے ساڑھے تین ارب روپے رکھنا ایک مذاق ہے اور ایک ایسے شہر کے لیے جو پورے پاکستان کو پال رہا ہے۔ وفاق کو 50% سے زیادہ revenue دیتا ہے۔ میں بار بار یہ بات کہوں گی۔ جب ہم IMF سے لیتے ہیں تو ہم IMF کی بات کرتے ہیں لیکن جب کراچی وفاق کو دے رہا ہوتا ہے تو ہم اس بات کا بار بار ذکر کریں گے کہ ہم جو پیسا دیتے ہیں اس کا کتنے percent ہمارے اپنے اُوپر آپ خرچ کرتے ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: Windup کر دیں۔ آپ تیرہ منٹ پر آ گئی ہیں۔

سینیٹر خالدہ اطیب: میں بجٹ کے حوالے سے یہ تمام چیزیں۔ دیکھیں اسرائیل اور ایران کی جو جنگ ہوئی ہے۔ میں بالکل ختم کر رہی ہوں۔ اس کے حوالے سے جو تیل کی قیمتوں میں فرق پڑا، پٹرول کی قیمتوں میں، اس نے بھی بجٹ کے معاملات پر بڑا اثر ڈالا ہے اور میں پھر اس بات کو appreciate کروں گی کہ اس جنگ میں ہمیں بھی involve کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے لیکن ان شاءاللہ پاکستان کی فوج نے جس طرح ہندوستان کے معاملات میں اس کو زمین چٹائی۔ اسی طرح اگر کسی نے ہماری طرف ٹیڑھی نظر سے دیکھا تو ہم بھی اسے ان شاءاللہ منہ توڑ جواب دیں گے کیونکہ ہماری پاک فوج ہمیشہ تیار ہے اور ابھی جو بنیان المرصوص ہمارا ایک آپریشن ہوا اس میں جو کامیابی حاصل ہوئی اور دنیا میں جو پاکستانی فوج کا نام ہوا میں اس پر پاک فوج کو بہت سلام کرتی ہوں، appreciate کرتی ہوں اور پھر ا نہی کا نعرہ دہراتی ہوں کہ پاکستان ہمیشہ زندہ باد۔

Mr. Presiding Officer: Thank you very much. Senator Zeeshan Khan Zada Sahib.

Senator Zeeshan Khan Zada

سینیٹر ذیشان خانزادہ: بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ قَالَ رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ۔ وَ یَسِّرۡ لِیۡۤ اَمۡرِیۡ۔ وَ احۡلُلۡ عُقۡدَۃً مِّنۡ لِّسَانِیۡ۔ یَفۡقَہُوۡا قَوۡلِیۡ۔ بہت شکریہ، جناب چیئرمین! آج آپ نے مجھے بجٹ پر بات کرنے کے لیے وقت دیا۔ میں ہمیشہ یہ کہتا ہوں کہ جو backbenchers ہیں ان کو time بعد میں بھی ملتا ہے اور کم بھی ملتا ہے۔ تو میں امید رکھتا ہوں کہ آپ time دیں گے۔ یہ نہیں کہ میں بہت کوئی لمبی تقریر کرنے والا ہوں۔ لیکن آپ سے یہ توقع ضرور رکھتا ہوں کہ مجھے اپنی بات پوری کرنے دیں گے۔ جناب چیئرمین! اس بجٹ کو ایک nonevent بجٹ کہا جا رہا ہے۔ Nonevent بجٹ کا مطلب یہ بنتا ہے کہ اس میں کسی کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ غریب طبقے کے لیے تو ویسی بھی کچھ نہیں ہے۔ کاروباری لوگوں کے لیے بھی کچھ نہیں ہے۔ سرکاری نوکر کے لیے بھی کچھ نہیں ہے۔ اور سینئر پاکستانیز کے لیے بھی کچھ نہیں ہے۔ کسی کے لیے اس بجٹ میں جناب چیئرمین! کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔ ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک زیرو بجٹ ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ایک artificial economy بجٹ ہے کہ ایسے طریقے سے اسے پیش کیا گیا ہے جیسے پتا نہیں ہم کس ملک میں ہیں، ہمارے ملکی حالات کیا ہیں اور economy کے حوالے سے جو figures دے رہے ہیں، especially جو GDP کے حوالے سے ہیں، وہ حیران کن ہیں۔ ورلڈ بینک نے اپنی کچھ observation میں کہا ہے کہ آپ کے GDP کے figures کیسے ٹھیک ہو سکتے ہیں جب آپ نے اپنا لیبر سروے ہی نہیں کروایا۔ آپ کو یہ نہیں پتا کہ آپ کے ملک میں unemployment rate کیا ہے۔ جب آپ کو یہ نہیں پتا کہ آپ کے ملک میں لیبر بڑھ گئی ہے، کم ہو گئی ہے یا پھر ختم ہو گئی ہے تو آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے manufacturing sector میں growth آئی ہے۔

جناب چیئرمین! میں manufacturing sector کے بارے میں ایک بات ضرور کہوں گا کہ اس سال جو انکم ٹیکس میں collection ہوئی ہے، وہ 5,700 ارب روپے ہے۔ اس میں سے 80 فیصد business نے دیا ہے۔ اس میں بھی سب سے بڑی figure, manufacturing sector کی ہے۔ اب ہمیں پتا ہے کہ اس ملک میں manufacturing کے لیے کیا incentives ہیں۔ ہم نے دو سال تک interest

rate, 21 and 22% پر رکھا جس کی وجہ سے وہ loan نہیں لے سکے۔ خطے میں بجلی سب سے مہنگی ہمارے ہاں ہے، اسی لیے پھر انہوں نے سولر لگایا جس کے اوپر حکومت نے ٹیکس لگا دیا۔ آخر میں اس بجٹ میں جو سب سے اہم کام کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ جو انڈسٹری رہ گئی ہے اس کو بند کرنے کے لیے کارپوریٹ ٹیکس 55 فیصد تک پہنچا دیا گیا ہے۔ اس بجٹ کے ذریعے ہماری economy کے لیے یہ contribution ہے۔

جناب چیئرمین! مجھے تو اس بجٹ سے صرف یہ لگ رہا ہے کہ ہمارا جو بھی سیکٹر growth دکھاتا ہے، اس پر ٹیکس لگا دیا جاتا ہے۔ خاص طور پر حکومت خود کہتی ہے کہ ہماری exports بہت بڑھی ہیں جس میں آئی۔ٹی سیکٹر کا بہت کمال ہے، اسی لیے پھر ہم نے آئی۔ٹی کے اوپر 5 فیصد ٹیکس لگا دیا۔ اگر ہماری remittances بڑھی ہیں تو ان overseas Pakistanis کی وجہ سے کہ جو ہمیں زیادہ پیسے بھیج رہے ہیں۔ اس حکومت کا یہ کمال ضرور ہے کہ انہوں نے passports کے number کو 50 ہزار روزانہ تک پہنچا دیا ہے کیونکہ بہت سارے لوگ اس ملک کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ اسی لیے وہ لوگ پھر زیادہ پیسے بھیج رہے ہیں۔ اب ان کے لیے ہم نے کمال یہ کیا ہے، مجھے پچھلے دنوں کسی نے بتایا کہ تقریباً 125,000 پاکستانیوں نے یورپ میں asylum file کیا ہے۔ وہ اس ملک سے چلے گئے ہیں۔ ادھر ان کے لیے کچھ بھی نہیں بچا۔ ہم نے ان کے لیے ابھی یہ پالیسی بنائی ہے کہ اگر ان کے asylum reject ہوتے ہیں، اگر ان کو پاکستان deport کیا جاتا ہے تو ان کے passports cancel کر دیے جائیں گے۔ ہم اپنے overseas Pakistanis کے ساتھ یہ سلوک روا رکھے ہوئے ہیں۔ اگر ہم نے اپنے overseas Pakistanis کی اصلاح کرنی ہے تو پہلے اپنی policies کو دیکھنا چاہیے۔ پہلے اپنی اصلاح کرنی چاہیے، اپنی پالیسیوں کی اصلاح کرنی چاہیے۔ یہ غریب پاکستانی ہیں جو باہر محنت اور مزدوری کے لیے جاتے ہیں۔ یہ ادھر عیش اور آرام کے لیے نہیں جاتے۔

جناب چیئرمین! ایسی کوئی بھی انڈسٹری جس میں growth نظر آتی ہے، ہم اس کے اوپر کوئی ٹیکس لگاتے ہیں یا ایسا کوئی طریقہ کرتے ہیں کہ اس میں growth رک جائے۔ پچھلے سال حکومت نے دو چیزوں سگریٹ اور carbonated drinks پر ٹیکس لگایا۔ اس سال پتا چلا کہ ٹیکس کی مد میں حکومت کو پیسے بھی زیادہ آئے ہیں جبکہ ان کی consumption بھی کم ہوئی

ہے۔ اب سگریٹ اور carbonated drinks کے لیے تو یہ پالیسی ٹھیک رہے گی لیکن کیا سولر کے لیے بھی یہ ٹھیک ہے؟ کیا packaged milk جو کہ ہمارے ملک کے لیے بہت ضروری چیز ہے، اس پر بھی ہم ٹیکس لگا رہے ہیں۔ اس طریقے سے کھلا دودھ جو کہ safe بھی نہیں ہے، اس کو ہم promote کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں ہمیشہ یہ سوچتا ہوں کہ ہمارے ملک میں جب یہ پالیسیاں بنائی جاتی ہیں اور ہم ان پر discussion کرتے ہیں تو یہ discussions پہلے کیوں نہیں ہوتیں۔ میں آپ کو ایک اور چیز بتاؤں، فنانس بل فنانس کمیٹی میں آتا ہے، PSDP پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کمیٹی میں discuss ہوتا ہے، foreign funded projects اقتصادی امور کی کمیٹی میں discuss ہوتے ہیں لیکن ابھی بھی بجٹ کی ان بڑی بڑی کتابوں میں ایسی کافی چیزیں ہیں جو کہ کہیں discuss نہیں ہو رہیں کیونکہ ان کو چھپایا جا رہا ہے۔ اس کی سب سے بڑی مثال Information & Broadcasting کے لیے 20 ارب روپے miscellaneous میں allocate کیے گئے ہیں۔ میں نے ایک صحافی سے پوچھا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ کہنے لگے کہ اس کو سزا اور جزا بجٹ کہا جاتا ہے۔

جناب چیئرمین! کہتے ہیں کہ education and health کے لیے کوئی allocation نہیں کی گئی۔ بالکل، سب دوستوں نے ادھر کہا ہے لیکن انہی کتابوں میں کہیں ایک figure مجھے نظر آئی اور اتنی بڑی figure ہے جسے آپ چھپا بھی نہیں سکتے، وہ پولیس اور سول آرمڈ فورسز کی figure ہے۔ اس میں 25 فیصد increase ہے۔ اس کو 225 ارب روپے سے 321 ارب روپے کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ education and health, devolved subjects ہیں، کیا پولیس devolved subject نہیں ہے؟ ہمیں پتا ہے کہ یہ بجٹ کس لیے رکھا گیا ہے؟ سیکورٹی کے لیے، civil disobedience کے لیے۔ کہتے ہیں کہ یہ بجٹ ہم نے اس لیے رکھا ہے تاکہ ہم دہشت گردوں کو روک سکیں۔ ہمیں پتا ہے کہ یہ کس دہشت گرد کی بات کر رہے ہیں۔ یہ وہ دہشت گرد نہیں ہیں جو اس ملک کو نقصان دیتے ہیں، یہ وہ دہشت گرد ہیں جو اس حکومت کے خلاف بات کرتے ہیں۔ یہ وہ دہشت گرد ہیں جو کہ عمران خان کی رہائی کی بات کرتے

ہیں۔ یہ وہ دہشت گرد ہیں جو اس ملک میں آئین اور قانون کی بات کرتے ہیں۔ یہ وہ دہشت گرد ہیں جو اس ملک میں جمہوریت کی بات کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین! ایک شخص جو کہ پچھلے دو سالوں سے جیل میں ہے، اس کے لیے بہت آسان تھا deal کرکے، اس ملک کو چھوڑ کر، تین سال بعد آکر پھر اس حکومت کی طرح بیٹھ کر حکمرانی کرتا۔ صرف ایک چیز کی وجہ سے وہ اس ملک سے نہیں جارہا اور deal نہیں کررہا، اس ملک کی جمہوریت کی بقا کے لیے، اس ملک کی جمہوریت بچانے کے لیے۔ یہ عمران خان کا مشن ہے۔ یہ جو اتنے سارے لوگ عمران خان کے ساتھ ہیں، انہیں میں داد دیتا ہوں۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ عمران خان کی حکومتوں کی کیا performance تھی یا ابھی کیا چل رہی ہے یا عمران خان کی لیڈرشپ، عمران خان کے ساتھ کیسے کھڑی ہے۔ ان لوگوں نے سوشل میڈیا کے ذریعے ہمارے لیڈرز کو بدنام کرنے کی بہت کوشش کی لیکن لوگ عمران خان کے ساتھ کھڑے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں اپنی تقریر کو conclude کرتے ہوئے ایک بات ضرور کہوں گا کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں سیاسی استحکام ہو جس پر ہر دفعہ ادھر بات ہوتی ہے، مجھے افسوس صرف اس بات کا ہوتا ہے کہ جب ہم کوئی بھی بات کرتے ہیں تو اس طرف سے ہمیں کہا جاتا ہے کہ آپ کے time پر بھی یہ ہوتا تھا۔ ہمیں اس سے بڑا دکھ ہوتا ہے۔ کسی نے یہ کہا کہ عمران خان کے دل میں اس ملک کے لیے درد نہیں ہے، مجھے اس بات کا بڑا افسوس ہوا۔ عمران خان اس ملک کا سب سے بڑا لیڈر ہے۔ عمران خان کے بارے میں ایسی بات ہم نہیں سن سکتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں جمہوریت پر بات ہو۔ ہم ہر قسم کی بات کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن جمہوریت پر focus کرنا ہے۔ ہم نے حکومتوں کو focus نہیں کرنا۔ اب یہ جو حکومت اس وقت بیٹھی ہے، یہ صرف اقتدار کے لیے ہے۔ یہ بات سب کو پتا ہے۔ ان کے پاس کوئی control نہیں ہے۔ نہ کسی چیز کا جواب ہے۔ یہ جیل میں عمران خان سے ہماری ملاقات نہیں کرواسکتے۔ یہ کیسی حکومت ہے، کیوں ہم بات کریں؟ جناب والا! ہمارے Senators کو جیل میں رکھا گیا ہے، اعجاز چوہدری صاحب کے لیے ہم نے کتنی آواز اٹھائی ہے۔ میں چیئرمین گیلانی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو انہوں نے کیا۔ اعجاز چوہدری صاحب کے لیے نہیں کیا، پی ٹی آئی کے لیے نہیں کیا، انہوں نے جمہوریت کے لیے کیا ہے،

میں اسی لیے ان کی عزت کرتا ہوں اور خراج تحسین پیش کرتا ہوں لیکن ابھی بھی اس پر کوئی عمل نہیں ہوا۔

جناب چیئرمین! میں اپنی تقریر کو ختم کرتے ہوئے یہ آخری بات کرتا ہوں کہ ہم سب عمران خان کے لیے نکلتے ہیں، عمران خان صاحب کی رہائی کے لیے بات کرتے ہیں لیکن ان کی بیوی بشریٰ بی بی کا کیا قصور ہے؟ ان کو کیوں اتنا torture کیا جا رہا ہے؟ عمران خان کو torture کرنے کے لیے بشریٰ بی بی کے ساتھ سلوک بالکل unacceptable ہے۔ جناب والا! میں آخر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آج آپ نے مجھے time دیا۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ان ایوانوں میں کھڑے ہو کر ایسے time میں جب India کے ساتھ جنگ والی بات آئی ہم سب نے اظہار یک جہتی کیا اور آگے بھی ہمیں کیا پتا کہ اس ملک کے لیے ایسے ممالک نے کیا سوچ کر رکھا ہے۔ ہم اس حکومت کو Form-47 کی حکومت ضرور کہتے ہیں، ہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ یہ غیر آئینی حکومت ہے لیکن پھر بھی ہم پاکستان کے لیے support کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن اس حکومت کی طرف سے پی ٹی آئی کے لیے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ میں یہی کہتا ہوں کہ عمران خان یا عمران خان کی party کے لوگوں کے ساتھ جو بھی ہو رہا ہے کم از کم بشریٰ بی بی کے ساتھ یہ سلوک نہیں ہونا چاہیے۔ شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ، ذیشان صاحب! اگرچہ آپ نے بارہ، تیرہ منٹ لیے لیکن میں نے بالکل آپ کو interrupt نہیں کیا اور آپ روانی کے ساتھ جو کہنا چاہتے تھے وہ آپ نے کہا اس کی تھوڑی سی داد دے دیں۔ .Thank you سینیٹر ندیم بھٹو صاحب۔

سینیٹر ندیم احمد بھٹو: میرے لیے یہ اعزاز کی بات ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: آپ کے لیے یقیناً اعزاز کی بات ہے لیکن میں ایک اور بات بھی آپ کو یاد دلوا دوں کہ آپ دیکھتے ہیں کہ بہت کم ہمارے سینیٹر حضرات یہاں تشریف فرما ہیں اور جو ہیں ان کا بھی پیمانہ اب لبریز ہونے والا ہے تو اس لیے آپ بہت مختصر رکھیں۔

Senator Nadeem Ahmed Bhutto

سینیٹر ندیم احمد بھٹو: میں یہی عرض کرنا چاہ رہا تھا کہ میرے لیے یہ اعزاز کی بات ہے کہ آپ کی موجودگی میں مجھے بات کرنے کا موقع ملا۔ میں آپ کو یہی یاد دلوانا چاہ رہا تھا کہ جیسے میرے بھائی عبدالشکور صاحب نے بات کی اور میرے خیال میں دو چار جو سینیٹر تھے، جب سے session

شروع ہوا میں تب سے اپنی seat پر موجود ہوں اور ان سب کی تقاریر سنیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ باقی ممبران بھی یہاں تشریف فرما ہوتے اور ہم جو recommendations دینا چاہتے ہیں، ہماری بات بھی اسی طرح سنی جاتی۔ تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے اور ہمیشہ کی طرح آپ کے سامنے خالی کرسیوں سے مخاطب ہونا پڑ رہا ہے۔ آپ کا شکریہ۔ بجٹ پر اس کی خامیوں اور اس کی خوبیوں سے قطع نظر میری کچھ suggestions تھیں، آج ہم جو تجاویز دے رہے ہیں، بجٹ پر بات کر رہے ہیں، کیا ہی اچھا ہوتا کہ بجٹ پیش ہونے سے پہلے یہ سلسلہ شروع ہوا ہوتا اسی طرح Senators یہاں اپنی تجاویز دے رہے ہوتے، دونوں ایوان کے جو نمائندگان ہیں وہ اپنی تجاویز دے رہے ہوتے۔ یہ سلسلہ بجٹ پیش ہونے سے پہلے ہوتا تو اس کا کوئی فائدہ ہوتا چونکہ یہاں اس ایوان میں یا قومی اسمبلی میں ساری political parties کے معزز اراکین کا براہ راست عوام سے تعلق ہے۔ ہمارا، آپ کا صبح و شام عوام سے تعلق ہے، ہمیں پتا ہے کہ عوام کی ضروریات کیا ہیں، وہ کون سی problems کو face کر رہے ہیں، اگر ہماری تھوڑی سی تجاویز بجٹ پیش ہونے سے پہلے شامل ہوتیں تو کیا ہی اچھا ہوتا اور اس کا result عوام تک پہنچتا۔

جناب والا! میں اختصار کے ساتھ بات کرنے کی کوشش کروں گا اور میں نے ہمیشہ اختصار کے ساتھ ہی بات کی ہے۔ میں صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ بدلتے سیاسی، سماجی اور معاشی حالات میں مزدور کی تعریف کو از سر نو ترتیب دیا جائے، مزدور کی اجرت کو کم از کم 50 ہزار روپے ماہانہ کیا جائے۔ EOBI کے funds میں جو خرد برد ہے اس کی تحقیقات کی جائیں۔ EOBI کے پیسوں میں مزدور کی فلاح کے لیے جو تجارتی منصوبے ہیں ان پر خرچ کیا جائے۔ مہنگائی کی موجودہ شرح کے حساب سے مزدور کی تنخواہ اور پنشن مقرر کی جائے۔ یہاں میں زراعت کی بات کروں گا کہ بجٹ میں زراعت کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے، چھوٹے کاشتکاروں کی پیداوار کو بڑھانے کے لیے عملی اقدامات کے مواقع فراہم کرنے چاہییں۔ زرعی insurance policy مرتب کی جائے۔ زراعت کو نظر انداز کرنے سے خوراک کی قلّت ہوگی، قیمتوں میں اضافہ ہوگا، زرعی برآمدات میں کمی اور currency پر دباؤ ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ دیہی علاقوں میں غربت بڑھے گی، مہنگائی میں اضافہ ہوگا، کسانوں میں مایوسی ہوگی اور کسان دیہات سے شہروں کی طرف migrate کریں گے۔ لہٰذا زراعت پر تھوڑا سا focus کیا جائے جیسا کہ باقی دوستوں نے بات کی۔ جناب والا! میں

ماحولیاتی تبدیلی کی بات کروں گا۔ پاکستان ان 10 ممالک میں شامل ہے جو سب سے زیادہ ماحولیاتی تبدیلی کا شکار ہیں جیسے کہ سیلاب، خشک سالی، شدید گرمی، glaciers کا پگھلنا اور اس کے ساتھ پانی کی قلّت، ان معاملات کو حل کرنے لیے حکومت کو چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ درخت لگائے، plastic کا استعمال کم سے کم کرے اور حکومت ماحول دوست policies پر عمل درآمد کو یقینی بنائے۔ ہمیں سوچنا ہوگا کہ یہ دھرتی ہماری ماں ہے، اس ماں کی حفاظت ہر انسان نے کرنی ہے اور اگر آج ہم نے کوئی قدم نہیں اٹھایا تو شاید کل بہت دیر ہو جائے۔

جناب والا! سندھ کا بجٹ پیش کیا گیا ہے، بجٹ پیش ہونے سے صرف ایک روز پہلے وفاق کی طرف سے صوبائی حکومت کو آگاہ کیا گیا کہ سندھ کے متوقع 105 ارب روپے روک لیے جائیں گے۔ اس حوالے سے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ سندھ کو گزشتہ سال کے اب تک قابل تقسیم محاصل سے 1478.5 ارب روپے وصول ہوئے جبکہ 422.3 ارب روپے تاحال واجبُ الادا ہیں۔ وفاق کو سب سے زیادہ revenue صوبہ سندھ دیتا ہے۔ سندھ سے نکلنے والا کوئلہ پورے ملک کو روشن کرتا ہے، سندھ سے نکلنے والے تیل اور گیس سے پورا ملک مستفید ہوتا ہے مگر سندھ کے دیہات اندھیرے میں ڈوبے رہتے ہیں، یہ نہایت ہی ناانصافی کی بات ہے۔ میں یہاں مطالبہ کروں گا کہ 1991 کے accord کے حساب سے پانی کی منصفانہ تقسیم کی جائے۔ میں اس کے ساتھ railway track کی بات کروں گا، اگر آپ railway کے حادثات کو دیکھیں جو پوری history ہے، کراچی سے رحیم یار خان تک اس پٹی میں زیادہ تعداد میں حادثات ہو چکے ہیں لوگوں کی قیمتی جانیں گئی ہیں۔ میرا حکومت سے مطالبہ ہے، یہ تجویز ہے کہ اس پورے track کی proper maintenance ہو، درمیان میں آنے والے railway stations کی تزئین و آرائش ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ جس طرح میرے باقی colleagues نے K-IV کی بات کی، کراچی اڑھائی، پونے تین کروڑ لوگوں کا شہر ہے، پانی سب سے بنیادی ضرورت ہے، K-IV کے لیے میری وفاق سے، اس حکومت کو یہ تجویز، التجا اور گزارش ہے کہ کم از کم اس منصوبے کے لیے 50% رقم رکھ کر اسے جلد از جلد تکمیل کی طرف لے جایا جائے۔

جناب چیئرمین! میں mines & minerals کی بات کروں گا کہ جس صوبے سے جو بھی قیمتی دھات، کوئی mineral, گیس یا تیل نکلتا ہے، پاکستان کا آئین یہ کہتا ہے کہ سب سے

پہلا حق اس صوبے کا ہے تو اس حق کو تسلیم کیا جائے۔ اس کے ساتھ جیسے باقی دوستوں نے solar panels کی بات کی، میں بھی یہی کہوں گا کہ ایک تو بجلی آتی نہیں اور اگر غریب آدمی اپنی سائیکل یا کوئی چیز بیچ کر ایک solar plate لے کر آتا ہے، ساتھ پنکھا رکھتا ہے اس پر بھی government نے 18% tax لگایا ہے تو میری یہ التجا ہے گزارش ہے کہ خدارا اس کو ختم کیا جائے۔ سب دوستوں نے جیسے بات کی، میں بھی کراچی، حیدرآباد، سکھر موٹروے کی بات کروں گا۔ جناب! وفاق کا سندھ کے لیے funds مختص کرنا ایسا ہی ہے جیسے جسم سے خون کی پوری بوتل نکال کر جوس کا ایک ڈبہ تھما دینا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ Hyderabad-Sukkur Motorway کے معاملے میں ہمارے ساتھ یہی کچھ کیا گیا ہے۔ 400 ارب روپے کے project میں صرف 15 ارب روپے مختص کرنا تجارتی دشمنی کے مترادف ہے۔ دنیا کا یہ اصول ہے کہ دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک میں جہاں بھی port cities ہوتی ہیں، ترقی کی ابتدا وہیں سے ہوتی ہے۔ Highways اور motorways انہی بڑے تجارتی شہروں کو جوڑنے کے لیے بنائی جاتی ہیں لیکن یہاں ہمارے ساتھ معاملہ الٹ ہوا۔ Port cities کو نظرانداز کر دیا گیا اور باقی ملک کے حصوں میں یہ سڑکیں بننا شروع ہو گئیں۔ ملک کے دیگر حصوں میں شاہراہیں بننا شروع ہوئی ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ وہاں شاہراہیں بنیں اور ہم دعا گو ہیں کہ ملک مزید ترقی کرے لیکن ہم پہلے ہی احساس محرومی کا شکار ہیں اور ایسی چیزوں سے یہ احساس محرومی مزید بڑھتی ہے۔ میں صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ Hyderabad-Sukkur Motorway اس وقت ملک کی سب سے زیادہ busy شاہراہ ہے۔ Heavy traffic اور چھوٹی گاڑیاں ہر وقت اس پر چلتی ہیں۔ پورے ملک سے لوگ اس شاہراہ پر سفر کرتے ہیں۔ ان سڑکوں کی خستہ حالی کی وجہ سے روزانہ حادثات ہوتے ہیں، قیمتی جانیں ضائع ہوتی ہیں، لوگوں کا fuel ضائع ہوتا ہے اور ان کا وقت برباد ہوتا ہے۔ خدارا! میری درخواست ہے کہ حکومت اس پر توجہ دے۔

جناب! اب میں آخر میں وزارت حج کی کارکردگی پر مختصراً بات کرنا چاہوں گا۔ صرف دو منٹ اس پر بات کروں گا۔ اس سال تقریباً 66 ہزار حاجی، حج کے فریضے سے محروم رہے۔ وزیر موصوف یہاں تشریف لائے تھے اور انہوں نے اپنی طرف سے کچھ صفائیاں پیش کیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ جس کا بھی قصور ہے چاہے وہ وزارت کا ہو، private tour operators کا ہو یا

سعودی عرب کے Hajj directorate کا، بات یہ ہے کہ حج ایک ایسا فریضہ ہے کہ یہ ایک ایسا جذباتی معاملہ ہے۔ ہر مسلمان کی خواہش ہوتی ہے کہ اللہ کے حضور جا کر سجدہ کروں اور حج جیسے اہم فریضے کو ادا کر سکوں۔حج ایسا فریضہ ہے جس کے لیے لوگ اپنی قیمتی اشیا، بعض اوقات اپنا گھر یا زمین تک بیچ دیتے ہیں۔ ان 67 ہزار حاجیوں کے دل پر کیا گزری ہو گی جنہیں اس سال حج کی سعادت نہ مل سکی اور وہ ایک بڑی سعادت سے محروم ہو گئے۔ یہ جس کا بھی قصور ہے، کوشش کی جائے کہ آئندہ سال اس طرح کے مسائل دوبارہ نہ ہوں۔ Ministry of Religious Affairs اپنی کارکردگی کو مزید بہتر کرے اور ان تمام افراد کو جوابدہ ٹھہرایا جائے جو اس کوتاہی کے ذمہ دار ہیں، شکریہ۔

Mr. Presiding Officer: Thank you. The House is adjourned to meet again on Wednesday, the 18th June, 2025, at 11:00 a.m.

[The House was then adjourned to meet again on Wednesday, the 18th June, 2025, at 11:00 a.m.]